

دہشت گردی کے خلاف جنگ کے بہانے، اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کا، جامع اور دور رس امریکی منصوبہ واقعات، حقائق، اعداد و شمار

گڑھے ہوئے عربی نام اور عربوں اور مسلمانوں کے سرالزام دینے کی کارروائی

جیسا کہ عرض کیا گیا امریکی انتظامیہ نے بالقصد ہر سمت سے منھ موڑ ”دہشت گردی“ کے خلاف جنگ لڑنے کیلئے بے مثال ابلاغی اور ”تحقیقی“ مہم کا آغاز کیا۔ ”دہشت گردی“ کو اس نے اپنے تمام رویوں سے ”اسلامی دہشت گردی“ میں محدود کیا، گویا دہشت گردی صرف اسلامی ہوا کرتی ہے۔ امریکہ نے دشمنی، اور نفرت کی ایسی زبردست لہر پیدا کی جس نے امریکہ سے باہر تمام مغربی ملکوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور بالآخر اس کا سلسلہ سارے عالم میں دراز کرنے کی کوشش کی گئی اور اسلام اور مسلمانوں سے ”دہشت گردی“ کے نام سے قصاص لینے کا نعرہ لگایا گیا۔

امریکی حکام نے کچھ عربی نام گڑھے اور انھیں زبردستی مذکورہ ہوائی جہازوں پر ”سوار“ کر دیا گیا اور یہ دعویٰ کیا گیا کہ انھی لوگوں نے امریکی عمارتوں سے طیاروں کو نکلر دیا تھا، جس کی پلاننگ اسامہ بن لادن نے کی تھی، جو افغانستان کو اڑھائی کروڑ سالوں کی مدد سے، اس طرح کے کھیل کھیلا کرتا ہے۔

ان عربی ناموں کے گڑھنے کا عمل اتنے تضادات پر مشتمل ہے کہ اس کی وجہ سے اس کی سچائی کا بھرم کافور ہو جاتا ہے اور ماہرین و تجزیہ کاروں کے نزدیک یہ ایک مضحکہ خیز ڈراما معلوم ہوتا ہے۔ جن لوگوں کا نام لیا گیا ان میں سے اکثر کے پاسپورٹ جعلی ثابت ہو چکے ہیں۔ ۱۱۹ اشخاص میں سے جن کا نام لیا گیا اور جنھیں برائے تحقیق گرفتار کیا گیا، ۷ افراد کی بے گناہی ثابت ہو چکی ہے، جب کہ دیگر چند افراد ہنوز اپنے ملکوں میں بقید حیات ہیں، طیاروں کے اپنے اہداف سے ٹکرانے کے وقت مرجانے والوں کے ساتھ وہ مرے نہیں ہیں۔

پھر یہ کہ امریکہ کی ”سی بی ایس“ اور ”ان بی سی“ اداروں نے کارروائی کے ۲۸ گھنٹوں بعد چاروں طیاروں کے مسافروں اور عملے کے افراد کے ناموں کا جو چارٹ شائع کیا تھا، اس میں کوئی عربی نام شامل نہیں تھا؛ بلکہ عربی ناموں

سے ملتا جلتا بھی کوئی نام نہیں تھا۔ یہ سارے نام غیر عربی تھے، امریکی تھے یا جنوبی امریکی تھے۔ انٹیلیجنٹ اخبار نے جمعہ ۱۳/۹/۲۰۰۱ء کو ناموں کا جو چارٹ شائع کیا تھا اس کے مطابق ان طیاروں کے بعض غیر مسلم مسافر ہوا باز تھے اور دیگر افراد طیاروں کی انجینئرنگ کے ماہرین تھے، یہ لوگ امریکہ کی ”بونٹک“ کمپنی میں کام کرتے تھے۔ نیز برطانیہ کے ”گارڈین“ اخبار نے جمعرات ۱۳/۹/۲۰۰۱ء کو ”امریکن ایر لائنز“ اور ”یونائیٹڈ ایر لائنز“ کے چارٹوں کے مطابق چاروں طیاروں کے مسافروں اور اشاف کے لوگوں کے نام شائع کیے، جن میں ایک بھی عربی اسلامی نام نہیں تھا۔ (۷)

سوال یہ ہے کہ ”ایف بی آئی“ کہاں سے عربی نام لے آئی اور یہ دعویٰ کیا کیا عرب ہی ان دھماکوں کے ذمے دار ہیں؟ گڑھے ہوئے ناموں کے حامل افراد کو پہلے تو ادبائش، فحش پیشہ اور بدکردار ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ یہ لوگ اخلاقی اعتبار سے اتنے گہرے ہوئے تھے کہ انسانیت کے لیے تباہ کن کسی طرح کی خطرناک سے خطرناک کارروائی کر سکتے تھے اور دہشت گردی کا ناقابل تصور کام انجام دے سکتے تھے، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا بھی! ”یو، ایس، ٹوڈے“ اخبار نے ”لوس انجلس“ میں جہازوں کے اغوا کاروں کے سلسلے میں ایک رپورٹ تقسیم کی، جس کا عربی ترجمہ ”الشرق الاوسط“ اخبار نے ۱۵/۹/۲۰۰۱ء کو شائع کیا تھا۔ تقریر نگار خاتون ”لورا پارکو“ کے مطابق طیاروں کے دو اغوا کاروں نے حملے سے پہلے کی رات شہر کے ایک ہوٹل میں خرمستی کے ساتھ گزاری، ہوٹل کی خاتون وینر کے مطابق دونوں نے بے تحاشا شراب نوشی کی، دونوں انہماکی شرابی اور نشہ کے عادی تھے۔ (۸) ۱۳ ستمبر کو امریکی اخبار ”نیویارک ٹائمز“ و ”نیویارک پوسٹ“ نیز ”فاکس نیوز“ ٹی وی چینل نے ”ایف بی آئی“ کے حوالے سے جو رپورٹ شائع کی وہ اس قدر عجیب و غریب اور تضادات پر مشتمل تھی کہ اس کو کوئی معقول آدمی بھی تسلیم نہیں کر سکتا، چہ جائے کہ کسی مذہب کا ماننے والا۔ مذکورہ امریکی اخباروں کے مطابق نیویارک کے عالمی تجارتی مرکز اور واشنگٹن میں محکمہ بوقاع کی وزارت ”پنٹاگون“ پر طیاروں سے حملہ کرنے والے ”فلوریڈا“ میں، واقعے سے ایک رات قبل ”ڈیونائچ“ کے علاقے میں ایک نیم عریاں کلب میں آئے اور ہر ایک نے شراب پیئے اور ڈانس کرنے والی لڑکیوں کو اپنی ران میں بٹھانے اور ان کے رقص پر ۲۰۰ تا ۳۰۰ ڈالر فی فرد خرچ کرنے کا کام کیا اور یہ بل انھوں نے اپنے کریڈٹ کارڈز پر چارج کرا کے ادا کیا۔ ایف بی آئی نے ان ادائیگیوں کا ریکارڈ اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔ یہ تینوں افراد امریکہ کو بہت بری جگہ قرار دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ دیکھنا کل امریکہ میں کتنا قتل و خون نظر آئے گا۔ یہ تینوں مسلمان بار میں موجود ایک شخص کے سامنے ایسے دعوے کرنے کے بعد ڈانس اور شراب پر رقم خرچ کر کے چلے گئے، مگر پیچھے بار میں ایک بزنس کارڈ اور قرآن کا ایک نسخہ چھوڑ گئے۔ گوکہ ایف بی آئی نے کلب کے منبر کو بار میں آنے والے ان تینوں افراد کے نام بتانے سے منع کر رکھا ہے؛ مگر اس نے ان افراد کے کریڈٹ کارڈس اور ڈرائیونگ لائسنس کی فوٹوکاپی سے ان کی رہائش گاہ کا جو علاقہ بتایا ہے، اس کے مطابق یہ تینوں افراد وہ ہیں جنھوں نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے دو طیارے نکل کر ”دہشت گردی“ کا ریکارڈ قائم کیا۔

ٹی وی کی ایک رپورٹ کے مطابق ”ایف بی آئی“ نے ان افراد کے نام بتانے سے منع کر رکھا ہے۔

اپنے کمرے میں لٹکی ہوئی ننگی ٹانگوں اور ننگے شانوں والی عورت کی تصویر کو کپڑے سے ڈھانپ دیا؛ لیکن اسی ہوٹل کے منیجر کے بیان کے مطابق یہ تینوں افراد باہر قریبی ساحل پر موجود کئی پہننے عورتوں کو بڑے شوق سے دیکھتے تھے۔ نیم عریاں ڈانس اور شراب کے بار میں عیاشی کے لیے آنے والا کوئی مسلمان کتنا ہی بے عمل ہو کیا قرآن ساتھ لے کر جائے گا؟ ایک ”مذہبی جنونی“ دوسرے دن موت کے مشن پر جا رہا ہے؛ مگر ایک رات قبل وہ اپنے مذہب میں ممنوع شراب اور ڈانس سے لطف اندوز ہونے کے لیے قرآن ساتھ لے کر جاتا ہے، حیرت ہے!

دوسرے یہ کہ ہوٹل کے کمرے میں تو یہ ”جنونی مسلمان“ ننگی عورت کی تصویر کو ڈھانپ دیتا ہے، ہوٹل کا کرایہ کریڈٹ کارڈ سے ادا کرنے کے بجائے صرف کیش ادا کرنے پر زور دیتا ہے؛ لیکن پھر اسلامی تعلیمات کے خلاف قریبی ساحل پر جا کر غسل کا مختصر لباس پہنے متحرک وزندہ عورتوں کو شوق و ذوق سے دیکھتا ہے۔ (۹)

”آخری رات کی وصیت“ کا ڈراما

امریکی حکام نے جب یہ محسوس کیا کہ جعل سازی کا یہ عمل انھیں کام نہیں دے گا؛ بلکہ سارا عالم ان کے اس رویے کو مضحکہ بنائے گا اور ان کے ”تحقیقی“ فریب کا پردہ چاک کر دے گا؛ تو انھوں نے جلد ہی اپنا رویہ بدل لیا اور اب ان ”دہشت گردوں“ اور اغوا کاروں کو عبادت گزرا اور اپنے طرز کا صالح مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں واقعے سے پہلے والی رات کی وصیت کا ڈراما بھی تیار کیا گیا۔ اس وصیت نامے کو اس محمد عطا مصری کی طرف منسوب کیا گیا ہے، جس کو امریکی حکام حملہ کرنے والے گروہ کا سرغنہ قرار دیتے ہیں۔ امریکی حکام نے جمعہ ۲۸/۹/۲۰۰۱ء (۱۱/رجب ۱۴۲۲ھ) کو ہاتھ کا لکھا ہوا ایک وصیت نامہ یہ کہہ کر جاری کیا کہ اس کا ایک نسخہ ”بوسٹن“ کے ہوائی اڈے پر محمد عطا کے اس سامان میں ملا جو طیارہ بدلنے کے وقت اس جہاز پر رکھنے سے رہ گیا تھا، جس کو وہ حملے کے لیے استعمال کرنا چاہتا تھا۔ حکام کے یہ موجب وصیت نامے کا دوسرا نسخہ واشنگٹن کے قریب ”ڈالس“ کے ہوائی اڈے پر کھڑی ہوئی کار میں پایا گیا، جب کہ اس کا تیسرا نسخہ ”پنسلوانیا“ میں گر کر تباہ ہو جانے والے طیارے کے طے سے برآمد ہوا۔

لیکن یہ وصیت نامہ بھی متعدد متضاد باتوں اور مضحکہ خیز نکات پر مشتمل ہے، جن سے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے امریکی منصوبے اور اسلامی دنیا اور عالم عرب میں، عالمی صحیونی صلیبی سرمایہ دارانہ عالم گیریت والے دہشت گردانہ استعماری خاکے کو، بروئے کار لانے کے امریکی اور مغربی ارادے کا، بھانڈا پھوٹ جاتا ہے۔

غیر مسلم اور مسلمان تجزیہ کاروں کی رائے میں اس فرضی وصیت نامے کو اگر سچا تسلیم کر لیا جائے تو یہ محمد عطا کے حق میں ”براءت نامہ“ تو ثابت ہو سکتا ہے الزامات کی دستاویز نہیں بن سکتا۔ اس وصیت نامے کے پڑھنے کے وقت سب سے پہلا تاثر یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کو وضع کرنے والا یا تو مستشرق ہے یا مسیحی مذہبی عالم۔ چار صفحات کے اس وصیت نامے پر کوئی دست خط نہیں ہے۔ ماہرین کے کہنے کے مطابق اس کی سطر سطر سے مسیحی تصور نکلتا ہے ”امتحان“ ”ابتلا“ جیسے الفاظ سے جو کہ ”عقائد“ کے لیے ناگزیر ”اسٹیشن“

ہے، یہ تصور بہت عیاں ہے۔ اسی طرح وصیت نامے میں ”قربان“ کا لفظ آیا ہے جو خالص مسیحی تصور والا لفظ ہے۔ اسی طرح ”سلب“ اور ”ذبح“ کے الفاظ کے ذریعے وصیت کنندہ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ جب تم اپنے شکار کو ذبح کر چکو، تو مقتول کا ”سلب“ کرو۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر انخوا کاروں کا مقصد خودکشی اور دھماکہ تھا، تو انھوں نے ”سلب“، یعنی لوٹ مار اور مال ہائے غنیمت کے حصول پر کیوں کر زور دیا؟ (۱۰)

یہ ”وصیت نامہ“ اس لیے بھی مشکوک ہے کہ ۲۰۰۱/۱۰/۲ کو ABC News چینل نے اس کا جو ترجمہ شائع کیا تھا، اس میں بہت سے جملے حذف تھے؛ جب کہ بہت سے جملے نئے بڑھادیے گئے تھے، جن کی ضرورت محسوس کی گئی کہ اس کے بغیر مقصد صحیح طور پر حاصل نہیں کیا جاسکتا تھا۔ (۱۱)

مصر کے سب سے بڑے عربی اخبار ”الایہام“ نے سہ شنبہ (منگل) ۲۰۰۱/۱۰/۲ کو ”انڈیپنڈنٹ“ برطانوی اخبار میں شائع شدہ برطانوی رائٹر ”روبرٹ ویک“ کے مضمون کا عربی ترجمہ شائع کیا تھا، جس میں مضمون نگار نے پر زور الفاظ میں کہا ہے کہ ”وصیت نامہ“ شبہات کے جوابات سے زیادہ، بہت سے سوالات کو جنم دیتا ہے؛ کیونکہ یہ وصیت نامہ بسم اللہ الرحمن الرحیم... باسم اللہ و باسمی و باسم عائلی (اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے... اللہ کے نام سے اور میرے نام سے اور میری فیملی کے نام سے) شروع ہوتا ہے۔ کوئی مسلمان خواہ کتنا بے علم ہو، اس طرح کے موقع سے اپنی اور اپنی فیملی کا نام گھسیڑ نہیں سکتا۔ رائٹر کہتا ہے اس وصیت نامے میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے اسامہ بن لادن کے مطالبوں کی طرف اشارہ ہوتا ہو۔ ان کے مطالبوں کا خلاصہ یہ ہے کہ خلیج سے امریکی فوجوں کو چلا جانا چاہیے، اسرائیلی قبضہ فلسطین میں بالکل ختم ہونا چاہیے، اور امریکن نواز عربی حکومتوں کا چراغ گل کر دیا جانا چاہیے۔ رائٹر مزید لکھتا ہے کہ کسی سچے مسلمان کو پانچوں نمازوں میں سے اپنے دن کی پہلی نماز کی یاد دہانی کی ضرورت نہیں، جتنا تذکرہ وصیت نامے میں کیا گیا ہے... نیز یہ کہ انخوا کاروں کے رویے کے بیان کیلئے جو طریقہ اختیار کیا گیا، وہ اپنے طور پر ساری بات کو مشکوک بنادیتا ہے۔ کہا گیا کہ محمد عطا انتہار جے کا شرابی تھا اور دوسرا ملزم ”زیاد جراحی“ حد درجہ عیاش تھا ”ہامبورج“ میں اسکی ایک ترکی نژاد گرل فرینڈ تھی، اسکے ساتھ وہ شبیہ کلبوں میں داد عیش دیتا اور شراب نوشی کرتا تھا! غالباً اسلئے وصیت نامے میں ”گناہوں سے استغفار“ کی تاکید کی گئی ہے!

حقیقت یہ ہے کہ کسی ایک بھی اطمینان بخش دلیل کے ذریعے ۱۱ ستمبر کے واقعات میں اسامہ بن لادن کے ملوث ہونے کو ثابت نہیں کیا جاسکا ہے۔ گزشتہ صفحات میں ”شواہد“ اور ”دستاویزات“ کی بے مائیگی کا آپ اندازہ کر چکے ہیں اور آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ شواہد، واقعات کے اصل مجرم کا پتہ بتانے کے معیار تک پہنچنے سے کس قدر عاجز ہیں؟ بچے جانیکنہ متعینہ افراد، ادارہ یا اداروں کے خلاف سزا کا فیصلہ صادر کرانے کے لیے کافی ہوں؛ اسی لیے جرمنی کے انارنی جنرل کے سرکاری ترجمان ”ہارموتھ چنیر“ نے صاف لفظوں میں کہ دیا ہے کہ ”ہامبورج“ شہر کے مشتبہین اور اسامہ بن لادن، جن کو امریکا واشنگٹن اور نیویارک کے ہائیڈرکس کے لیے ملزم قرار دیا گیا ہے، کے درمیان

رابطے کی واقعی نشان دہی کرنے والی، کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

اگر امریکا کے پاس واقعی کوئی دلیل ہوتی تو وہ مارے خوشی کے اچھلتا اور ناچتے ہوئے اسے ساری دنیا کے سامنے لانا
چونکہ امریکا کے پاس ۱۱ ستمبر کے واقعات میں مسلمانوں خصوصاً اسامہ بن لادن اور طالبان کا ہاتھ ہونے کا نہ تو کوئی قطعی ثبوت تھا اور نہ ہو سکتا ہے؛ اسی لیے متعدد ملکوں اور اداروں کی طرف سے، امریکہ کو چیلنج کیے جانے کے باوجود، امریکہ کسی کے سامنے کوئی خاص ثبوت پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ہاں اس نے یہ تو کیا کہ کچھ فرضی شواہد تیار کیے جنہیں اپنے طاقت ور حلیف برطانیہ کی شراکت سے مختلف دوست ملکوں، خصوصاً اس ”اسلامی“ پاکستان کو --- جسے ہندوستان سے اس لیے علاحدہ کروایا گیا تھا کہ وہ صحیح اور مؤثر اسلامی تجربہ گاہ ثابت ہوگا --- دکھلایا اور ان دوست ملکوں نے بلاتا خیران ”شواہد“ کو صرف اس لیے قبول کر لیا کہ انہیں امریکہ کی طرف سے ترغیب یا تہدید یادوں کا سامنا تھا؛ اس لیے کہ ”جہاں پناہ“ ”شہنشاہ“ ”عالمی آمر“ ”دنیا کے سب سے بڑے پولس مین“ ”حضور“ ”جورج ڈبلیو بش“ نے ان سارے ملکوں کو، جنہیں وہ امریکا کا ذلیل غلام یا اس کی مقبوضہ کالونیاں سمجھتے ہیں، دو ٹوک لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ ”تم یا تو ہمارے ساتھ ہو یا نہیں تو دہشت گردی کے ساتھ --- بیچ کی کوئی منزل نہیں، درمیان کا کوئی اسٹیشن نہیں اور دونوں موقفوں کے درمیان کوئی قابل ترجیح راہ نہیں!

اگر امریکہ کے پاس کوئی بھی ثبوت ہوتا، تو وہ مارے خوشی کے اچھلتے کودتے ساری دنیا والوں کے سامنے پیش کرتا، اس کے طاقت ور ذرائع ابلاغ کا شب و روز کا یہی ایک مشغلہ ہوتا اور امریکی اور مغربی میڈیا اس کو اتنی بار دہراتا کہ ساکنان گیتی اکتا جاتے؛ لیکن ٹھوس ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے دنیا والوں کو اس نے یہ کہہ کر بیوقوف بنانے کی کوشش کی کہ شواہد چوں کہ حساس نوعیت کے ہیں؛ اس لیے انہیں منظر عام پر نہیں لایا جاسکتا۔

امریکہ نے پہلے سے دھماکے کے مجرمین کی ”شناخت“ متعین کر رکھی تھی ”شکار“ پہلے سے طے شدہ تھا، جن ”نشانون“ پر ضرب لگانی تھی وہ ۱۱ ستمبر کے واقعے سے پہلے سے معلوم تھے، وہ مقاصد بھی ابتدا سے پیش نظر تھے، جنہیں رو بہ عمل لانے کے لیے امریکہ کو بے تاب تھی اور اس کے لیے ان سازشوں کا تانا بانا بھی اچھی طرح تیار تھا، جن کو عملی جامہ پہنانے کے لیے دن گئے جا رہے تھے۔

برطانیہ نے (جو ”اسلامی دہشت گردی“ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے بعد کے مرحلے میں امریکا سے زیادہ پر جوش نظر آ رہا ہے اور لگتا ہے کہ وہ امریکا سے اس سلسلے میں منزلوں آگے نکل جانا چاہتا ہے) امریکہ سے اس کے ”پیدا کردہ“ شواہد اچک لیے اور ۲۱ صفحات کے ان شواہد کو برطانوی دارالعوام میں پیش کیا؛ لیکن مبصرین نے جب اس کا مطالعہ کیا، تو انھوں نے پوری طاقت سے ان کی صداقت کو رد کرتے ہوئے کہا کہ یہ شواہد ”غیر واضح“ ہیں ”قابل یقین“ نہیں ہیں۔ ”لندن اسکول آف اکنومکس“ (London School of Economics) انسٹی ٹیوٹ کے عالمی تعلقات کے پروفیسر ”ولیم ولس“ نے کہا کہ ان شواہد کی زیادہ یقین دلانے کے لیے کوشاں

ہے۔۔۔ یہ فائل قانونی کم اور سیاسی زیادہ ہے، اس کا اصل مقصد تردد اور ابہام میں مبتلا بعض حلیفوں، جیسے پاکستان اور سعودی عرب کو امریکہ کی انتظامی کارروائی کے محرکات سے مطمئن کرنا ہے۔“ (۱۳)

برطانیہ کے مشہور اخبار ”گارڈین“ نے مذکورہ شواہد کے شائع ہونے کے بعد اگلے دن اپنے ادارے میں جو تبصرہ کیا، وہ اس طرح تھا: ”اگر بعید از قیاس واقعہ پیش آجائے کہ اسامہ بن لادن کو ۱۱ ستمبر کی دہشت گرد سفاکی کے سلسلے میں باقاعدہ مقدمے کا سامنا کرنا پڑے، تو اس کے خلاف جو دلائل برطانوی حکومت نے کل پیش کیے ہیں، وہ قانونی نقطہ نظر سے تقریباً بے وزن ہیں۔۔۔ بیش انتظامیہ نے جب یہ بات کہی تھی کہ وہ بن لادن کے خلاف شہادت پیش کرے گی، اس وقت سے تین ہفتوں سے زائد گزرنے کے بعد بھی حقیقت یہ ہے کہ مسٹر بلیر کے سارے مقدمے کا حاصل صرف دو لفظ ہیں، یعنی ”مجھ پر بھروسہ کرو“ (۱۴)

برطانیہ کے دوسرے اخبار ”انڈیپنڈنٹ“ نے اتوار ۱/ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو صفحہ ۷ پر ”کرس بلیک ہرسٹ“ کا ایک مفصل مضمون شائع کیا ہے، جس میں اس نے ستر نکات پر مشتمل اس ”دستاویز“ کا مفصل تجزیہ کیا ہے۔ کرس بلیک ہرسٹ کا کہنا ہے کہ وزیراعظم ”ٹونی بلیر“ اور ان کے اہل کار اس بات پر مگن ہیں کہ انھوں نے جو دستاویز پیش کی ہے، اسے انکے وزرا اور ہمنواؤں نے ”ثبوت“ تسلیم کر لیا ہے، لیکن کسی نے اس دستاویز کا بے لاگ جائزہ لینے کی زحمت گوارا نہیں کی، نہ انکے حامیوں نے، نہ اپوزیشن نے اور نہ میڈیا نے اور حکومتی اہل کار اس بات پر خوش ہیں کہ اس دستاویز نے ان رخنوں اور کم زوریوں پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، جو خود ان کی اپنی بیٹھنی جنس کے کردار میں پائی جاتی ہیں۔

بلیک ہرسٹ نے ماہرین قانون کی مدد سے پوری دستاویز کا جائزہ لیا ہے اور بتایا ہے کہ ۲۱ صفحات پر مشتمل اس دستاویز کے ۱۸ صفحات اور ۱۶ نکات کا ۱۱ ستمبر کے واقعے سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ یہ سب پچھلی باتیں ہیں، جن کا اس دستاویز میں اعادہ کیا گیا ہے۔ البتہ صرف تین صفحات اور نو نکات ایسے ہیں جو ۱۱ ستمبر کے واقعات سے متعلق ہیں؛ مگر ان نو نکات میں سے کوئی نکتہ بھی اسامہ کو مجرم ثابت کرنے کیلئے کافی نہیں۔ ہاں دستاویز میں ایک فقرہ یہ بھی ہے کہ اسامہ بن لادن کے خلاف کچھ اور براہ راست شہادتیں بھی موجود ہیں؛ مگر وہ اتنی حساس نوعیت کی ہیں جنہیں منظر عام پر نہیں لایا جاسکتا۔ بلیک ہرسٹ کے مطابق دستاویز کی کم زوریوں کو اس جملے کے ذریعے چھپا دیا گیا ہے؛ لیکن ظاہر ہے کہ کسی مجرم کو سزا دینا اس کے بغیر ممکن نہیں کہ اس کے خلاف مکمل شہادت فراہم کی جائے اور قانونی ماہرین کا کہنا یہ ہے کہ ”جو شواہد منظر عام پر لائے گئے ہیں ان کی بنیاد پر اسامہ کے خلاف استغاثہ دائر کرنے ہی کا کوئی چانس نہیں ہے، مجرم قرار دیا جانا تو دوسری بات ہے۔“ (۱۵)

اسامہ بن لادن کے بار بار انکار کے باوجود کہ امریکہ کے ۱۱ ستمبر کے واقعات سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے اور طالبان کی اس وضاحت کے باوجود کہ انھوں نے اسلامی نقطہ نظر پر عمل کرتے ہوئے، اسامہ بن لادن کو بے گناہ شہریوں کے قتل کی نہ تو اجازت دی ہے، نہ اسامہ ہرگز اس کی اجازت دیں گے اور یہ کہ امریکہ نے ٹھوس ثبوت فراہم

کیا تو اسامہ پر اسلامی آئین کے مطابق مقدمہ چلا کر طرزِ منہر نے کی صورت میں وہ خود ان کو وہ مزادے سکتے ہیں، جس کا جرم متقاضی ہوگا؛ بلکہ طالبان نے یہ پیش کش بھی کی کہ وہ اسامہ کو کسی غیر جانب دار ملک کے حوالے کرنے کے لیے تیار ہیں، جہاں ان پر غیر جانب دارانہ طریقے سے مقدمہ چلایا جاسکے۔

نیز اسکے باوجود کہ جس طریقے سے امریکہ پر طیاروں کا حملہ ہوا اور یہ کارروائی عمل میں آئی، لا تعداد مصروں اور تجزیہ کاروں کی رائے کے مطابق، بن لادن یا ان کی جماعت کی مساعی کے معیار سے بہت اوپر کی بات ہے۔

امریکہ نے بن لادن پر الزم کو زبردستی چسپاں کیا اور افغانستان میں ان کے قیام کی وجہ سے، افغانستان پر جنگ تھوپ دی؛ کیوں کہ اس کو اپنی عسکری طاقت، ٹکنالوجی کے میدان کی ترقی، اقتصادی خوش حالی، جدید ترین اسلحوں پر حد درجہ گھمنڈ ہے۔ نیز اکتوبر کے واقعات سے، جو انسانی تاریخ کے حافظے سے کبھی محو نہ ہوں گے، پیدا ہونے والے ننگ و عار کو بھی دھونا تھا۔

۱۱ اکتوبر کے واقعے کے بعد عقلائے عالم کو امریکہ سے یہ توقعات تھیں:

امریکہ کے قلب میں جو واقعہ، اُس کی اس درجہ ترقی کے باوجود، پیش آیا کہ وہ کھڑائی اور نیچائی میں سیکڑوں میل کی دوری سے ثانی کے نقوش کو بھی اچھی طرح پڑھ سکتا ہے، توقع تھی کہ اس کی وجہ سے امریکہ عقل و خرد سے کام لے گا، اپنی رفتار و گفتار کی تصحیح کرے گا، اندرونی و بیرونی پالیسیوں کا جائزہ لے گا، ساری دنیا خصوصاً عربی اور اسلامی دنیا اور بالخصوص مشرق وسطیٰ (جیسا کہ مغرب والے خاص مقصد کے تحت یہ نام لیتے ہیں) یا قضیہ فلسطین (جیسا کہ ہم مسلمان کہتے ہیں اور کہنا چاہتے ہیں) کے حوالے سے اپنے آمرانہ و حکمانہ رویوں کو تبدیل کرے گا۔ (۱۵) توقع تھی کہ امریکہ اب کے بعد صرف اپنی طاقت پر بھروسہ کرنا، محض ترقی یافتہ ٹکنالوجی کا سہارا لینا چھوڑ دے گا اور آئندہ وہ دادا گیری، نسل پرستی، تعصب اور ظالموں، آمروں اور دہشت گردوں خصوصاً صہیونیوں کی بے طرح طرف داری سے گریزاں رہے گا۔ توقع تھی کہ اب وہ ایمان لے آئے گا کہ کائنات میں کوئی خفیہ، بلا آواز کی، ایسی طاقت ہے جو بلا غی شور و شغب کے بغیر خاموشی سے جو چاہتی ہے کر گزرتی ہے، یعنی خدائی طاقت، جو بروقت اور کسی سبب کا سہارا لیے بغیر سارے بیانیوں کو تبدیل کر دیتی ہے، طاقت کے سارے ذرائع کو شل کر دیتی ہے، ٹکنالوجی کی ساری فتوحات اور سائنس کے تمام اکتسابات کو بے عمل بنا دیتی ہے اور دنیا کی سب سے زیادہ مرعوب کن، خوف ناک، ہر طرح لائق اطاعت طاقت کو ذلیل کر سکتی ہے۔ اس کے حفاظتی قلعے، احتیاطی تدابیر اور اس کے اس احاطہ بندی کو بے معنی کر سکتی ہے جہاں کوئی ”پردیسی کو“ بھی پر پرواز نہیں مار سکتا اور جہاں خبر رسانی کا جال بچھا ہوا ہے۔ اور بالآخر اس کی ناک کو خاک آلود اور اس کے سر غرور کو کچل دے سکتی ہے۔

توقع تھی کہ امریکا اس بد نصیبی کے اسباب کا جائزہ لے گا، جو اچانک اس کے صحن خانہ میں آدھمکی ہے؛ تاکہ اس کو یہ معلوم ہو کہ اللہ کی اس وسیع و عظیم مہربانی کو اس کو کبھی جھٹکا نہ ہوگا؟ بنا پڑا؟ تاکہ وہ داخلہ اور خارجہ

پالیسی کے زبردست نقص کو دور کرنے کی سوچے اور یقین کرے کہ اس نے بین الاقوامی میدان میں، قوموں اور ملکوں کے تئیں اپنی ذمہ داری اس طرح نہیں نبائی، جو پوری دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہونے کی وجہ سے اس پر عائد ہوتی ہے کہ وہ عدل و انصاف و توازن و صبر پر کاربند ہو، انسانی اخوت کا علم بردار ہو اور خالق کائنات کا شکر گزار ہو کہ اس نے دنیا میں اس کو طاقت کا امتیاز بخشا اور بحر و برود فضا میں اپنے ودیعت کردہ قدرتی اسباب سے فائدہ اٹھانے کی توفیق ارزانی کی، جس کے نتیجے میں اس نے وہ غیر معمولی مادی ترقی کی جس سے پوری دنیا پر اس کی دھاک ہے۔

توقع تھی کہ اس کی موجودہ مصیبت، خود اس کو آئندہ قوموں اور ملکوں کے لیے، مصیبت بننے سے روک دے گی۔ دہرا معیار نبھانے سے باز رکھے گی، کبر و غرور اور فسق و فجور کے محرکات کی ماننے سے دور رہنے پر آمادہ کرے گی۔ بھائی کو بھائی سے لڑانے، ایک ملک کو دوسرے کے خلاف اکسانے، ملکوں اور وہاں کے باشندوں کو دودھاری گائے بنانے، ساری دنیا پر استعمار کی نئی قسم توہینے، زبردست تباہی کے ہتھیار بنانے، ساری دنیا کو اپنی ناپاک سازشوں کے ذریعے ”گرم علاقے“ میں تبدیل کرنے اور اپنے اسلحے کے لیے نئی نئی منڈیاں پیدا کرنے --- اور بالآخر دولت کی ریل پیل کے بعد ظلم و جبر اور عیش و عشرت کے سارے سابقہ ریکارڈ توڑ ڈالنے کے ارادے سے اپنا ہاتھ اٹھا لے گا۔

توقع تھی کہ امریکہ، تھوڑے وقتوں کے لیے سہی، انسانیت کے حق میں اور خود اپنے حق میں مسلسل کیے جانے والے جرائم کا ارادہ ترک کر دے گا؛ تاکہ اپنے کو اس ہمہ گیر آگ سے محفوظ رکھ سکے جس کی پلٹیں اب اس کے سینے اور گردن تک پہنچا چاہتی ہیں؛ بلکہ غرور سے بھری اس کی کھوپڑی تک۔ یہ توقع اس لیے کی جا رہی تھی کہ مصیبت ہر فرد اور جماعت کو اگر اس کی فطرت مسخ نہ ہوئی ہو، ماضی کی اپنی غلطیوں کا جائزہ لینے پر مجبور کر دیتی ہے اور اس طرح وہ مصیبت کے اسباب سے آئندہ بچنے کی کوشش کرتی ہے۔

اسی لیے توقع تھی کہ وہ نامعلوم کسی دشمن کو مزادینے کی سوچنے سے پہلے، ہزار بار اپنی خامیوں کا جائزہ لے گا۔ اپنے انتظامی، تنفیذی اداروں کو از سر نو استوار کرے گا اور ان کم زوریوں کو دور کرے گا، جن کی وجہ سے اتنی بڑی کارروائی ممکن ہوئی کہ اس کے حکام نے، سرکاری اہل کار نے، اس کارروائی کے لیے متعلقہ مجرمین کو بھرپور تعاون دیا؛ کیوں کہ واقعہ تو اچانک رونما ہوا؛ لیکن واقعے کو انجام دینے والے یقیناً اچانک رونما نہیں ہوئے تھے۔

لیکن دنیا کے عقل مندوں، دانشوروں، تجربہ کاروں اور مبصروں کی تمام اپیلوں کے باوجود یہ توقعات پوری نہ ہو سکیں اور امریکہ کو دنیا کی کوئی برادری اپنی پالیسی پر نظر ثانی کرنے اور واقعات سے عدل و انصاف، انسانی روایتوں اور بین الاقوامی قوانین کی روشنی میں منہ منہ کی گزراشات پر، اس نے مطلقاً کان نہیں دھرا اور نامعقولوں سے بھری پری دنیا میں معقولوں کی کوئی بات بھی نہیں سنی گئی۔

گویا خدائے عظیم و حکیم نے، جیسا کہ اس کی زندہ و جاوید کتاب قرآن پاک کے مطالعے سے عیاں ہوتا ہے، شاید یہ چاہا کہ اب امریکہ اس لعنت اور رسوائی و تباہی کا مستحق ہو، جو اس نے ہر اس آبادی کے لیے مقدر کر رکھی ہے، جو

اپنی گزران میں اتر جاتی ہے اور جوا پٹارو یہ بطش و جبروت بتا لیتی ہے:

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطَرَتْ مَعِيشَتَهَا فَبَلَكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ يَنْصُرْ مِنْ بَعْدِهِمْ
إِلَّا قَلِيلًا وَكُنَّا نَخُصُّ الْوَارِثِينَ (القصص/ ۵۸)

(اور کتنی غارت کر دیں ہم نے بستیاں جو اتر اچلی تھیں اپنی گزران میں۔ اب یہ ہیں ان کے گھر آباد نہیں ہوئے ان کے پیچھے مگر تھوڑے)

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْيٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْلًا (ق/ ۳۶)

(اور کتنی تباہ کر چکے ہم ان سے پہلے جماعتیں کہ ان کی قوت زبردست تھی ان سے)

امریکہ نے اپنی پرانی روش کے مطابق، اپنے غرور اور جبروت کا سہارا لیا اور سالہا سال سے جنگوں سے چور، غریب، ناتواں، برباد شدہ مسلم ملک افغانستان کے خلاف، صلیبی صہیونی جنگ لڑنے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ بہانہ بہشت گردی کے خلاف کارروائی ہے؛ حالاں کہ اس کے بحرمانہ منصوبے کا مقصد صرف وہ نہیں ہے جو وہ دنیا کو باور کر رہا ہے۔ امریکہ کے حکمران بار بار یہ کہ چکے ہیں کہ جنگ افغانستان صرف ایک تمہیدی عمل ہے اور کھلی ہوئی اعلان شدہ عسکری کارروائیوں کے ساتھ ساتھ ان کے پیش نظر پوشیدہ بہت سی کارروائیاں ہیں۔ بوش نے ۱۵/۹/۲۰۰۱ء کو امریکہ کی قومی سیکورٹی کونسل میں صراحتاً کہا تھا کہ ”ہم رمزی کارروائی پر اکتفا نہیں کرنے کے، ہماری جوابی کارروائی بھرپور، پیہم، مؤثر اور دراز ہوگی۔“ امریکہ کا مقصد امت مسلمہ کے تمام مراکز اور بیداری و مزاحمت کے تمام منصوبوں کو نشانہ بنانا اور اسلامی دنیا میں امریکی صہیونی اقتدار کو مسترد کرنے والی طاقتوں، جان و مال کا شرعی دفاع اور ناجائز قبضوں اور جارحیت کے مقابلے کی ساری کوششوں، کونیست و نابود کرنا ہے۔ امریکہ والے خواہ کتنی تاویلیں کریں اور یہ کہیں کہ ان کی جنگ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نہیں؛ بلکہ ان کا نشانہ صرف دہشت گردی ہے؛ لیکن یہ سچائی اپنی جگہ نمایاں، امریکہ کے تمام سابقہ و حالیہ رویوں سے عیاں اور اسلام دشمن طاقتوں کے طرز عمل سے مترشح ہے کہ اصلی نشانہ اسلام اور مسلمان ہیں۔ امریکہ اور اس کے حلیفوں کا مقصد مسلمانوں کے دلوں سے اصلی اسلامی روح کو کھرچنا اور دماغوں کی دھلائی ہے، خصوصاً احکام کے دماغوں کی جو پہلے سے اس دھلائی کے لیے تیار بیٹھے ہیں، تاکہ ”اعتدال پسند“ مسلمان ہی دنیا میں اپنا کردار ادا کر سکیں اور تشدد پسند، کفر پختی، جنونی مسلمانوں کے لیے حل دھرنے کو جگہ نہ رہ جائے۔ اعتدال پسند وہ مسلمان ہے جو صحیح دینی شعور سے نابلد ہو اور جو خدا کے احکام کے بالقابل اپنی خواہشات کو مشعل راہ سمجھتا ہو اور ہوا کا رخ دیکھ کر اپنا قدم بڑھاتا ہو۔ جو مسلمان اسلام کی مکمل پیروی کرے وہ کفر پختی اور تشدد ہوتا ہے۔ اس وقت دنیا میں اس کے لیے جگہ نہیں؛ اس لیے کہ اس طرح کا مسلمان ”طالبانی مسلمان“ ہوتا ہے۔

امریکہ کو اپنی بڑائی کا جنون، طاقت و قوت اور شان و شوکت کا احساس بے نہایت کھائے جا رہا ہے، اس نے اس نازک مرحلے میں بھی اگر سوچی تو صرف یہ کہ عالمی تجارتی مرکز اور بین الاقوامی خلیفہ کے ملبوں کے نیچے ضائع

ہو جانے والے امریکی دبدبے کو کسی نہ کسی طرح ضرور بحال کیا جائے؛ تاکہ اس کے حلیفوں کا اس کی طاقت پر ایمان متزلزل نہ ہو اور وہ حسب سابق قوموں اور ملکوں کے خلاف اپنے عسکری و غیر عسکری جرائم اور دہشت گردانہ کارروائیوں پر کاربند رہ سکے۔

”طاقت و اتحاد“ کی تشکیل میں امریکہ کی ناکامی

امریکہ کو افغانستان کے خلاف صلیبی (خود اس کے بیان کے مطابق) جنگ چھیڑنے کے لیے اس درجہ بے تاب تھی کہ اس نے اتنا بھی انتظار نہ کیا کہ جس اتحاد کے لیے امریکہ کے صدر اور برطانیہ کے وزیر اعظم دارالحکومتوں کے درمیان چکر کاٹ رہے ہیں، اس میں زیادہ سے زیادہ سے دوستوں اور حلیفوں کو شریک کرنے کے لیے کوششوں کو مزید بار آور ہونے دیا جائے۔ بس امریکہ نے تو یہ اعلان کر دیا کہ جو اتحاد میں شریک ہو گا وہ امریکہ کا دوست ہو گا اور جو اس سے انکار کرے گا وہ امریکہ کا دشمن ہو گا اور اس کو دہشت گردی کے کیمپ میں شمار کیا جائے گا اور امریکہ کی ”تادیبی“ جنگ کی مصیبتوں کا نشانہ بننا پڑے گا۔

تقریباً ایک ماہ تک امریکی صدر اور ان کے ساتھ برطانیہ کے وزیر اعظم اس طرح مصروف کار رہے گویا وہ دنیا کی گردنوں کے مالک ہوں، ساری دنیا پر ان کی واقعی حکمرانی ہو، شہنشاہ اعظم اور بادشاہوں کے بادشاہ ہوں، روئے زمین کے تمام باشندے اور تمام ممالک ان کی نچی جائیداد ہوں، جو انھوں نے گویا باپ دادا سے وراثت میں پائی ہو، یا کم از کم امریکہ کی خصوصی ملکیت ہو، جسے امریکہ نے اس ”لاٹھی“ کے طفیل حاصل کیا ہو جس کو اگر کوئی حاصل کر لے تو ساری ”بھینس“ اسی کی ہوتی ہیں، اور امریکہ کے پاس واقعی یہ ”لاٹھی“ موجود بھی ہے۔ ایک ماہ تک ایسا لگا (اور اب بھی یہی کچھ لگ رہا ہے) جیسے اسکول کا کوئی ہیڈ ماسٹر اپنے ہاتھ میں کوڑا یا ہنٹر لیے تمام طلبہ سے کہ رہا ہو: ”اگر تم نے ہماری خصوصی تعلیمات کو حرف بہ حرف نہیں مانا، تو برے سے برے انجام کے لیے تیار رہو۔“!!

لیکن مسلسل اور زبردست مساعی کے باوجود یہ دونوں ”زبردست اور بھرپور عالمی اتحاد“ جس کا وہ خواب دیکھ رہے تھے، کی تشکیل میں ناکام رہے۔ ایک ڈھیلا ڈھالا کم زور سا اتحاد بہ مشکل تمام قائم ہو سکا، جس کی اصل اساس یورپی اتحاد خصوصاً برطانیہ اور ”اسلامی“ کہے جانے والے ملکوں میں پاکستان اور ترکی ہے۔ دنیا کے اکثر ملکوں نے انسداد دہشت گردی کے حق میں صرف زبانی ووٹ دیا اور اب تک وہ عملاً امریکہ کی کارروائی میں شرکت سے گریزاں ہیں؛ بلکہ چین جیسے اہم ملک نے تو بار بار افغانستان کے خلاف امریکہ کی جنگی کارروائی پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ جہاں تک سعودی عرب کا تعلق ہے تو ۱۷ اکتوبر سے افغانستان پر فوجی کارروائی سے معاہدہ پہلے، اس نے برطانیہ کے وزیر اعظم ٹونی بلیر کا اپنی سرزمین پر استقبال کرنے سے انکار کر دیا تھا کہ چونکہ اسلامی دنیا کے تمام مسلمانوں میں امریکی جارحیت کے خلاف شدید اہال آیا ہوا ہے، اس لیے آپ براہ کرم ہماری زمین پر قدم نہ رکھیں۔

دہشت گردی مخالف کارروائیوں کے پہلے قدم کے طور پر امریکہ نے شنبہ ۲۲ ستمبر ۲۰۰۱ء کو ختم ہونے والی یورپی ملکوں کے سربراہوں کی میٹنگ میں ان تنظیموں اور جماعتوں پر ضرب لگانے کے لیے حمایت حاصل کی، جنہیں امریکہ ”دہشت گرد“ کہتا ہے اسی حوالے سے وہ ان ملکوں کے خلاف بھی کارروائی کرنا چاہتا ہے جن کے متعلق اس کا خیال ہے کہ یہ دہشت گردی کی حمایت کرتے اور مذکورہ تنظیموں کو پناہ دیتے اور اس کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ امریکہ کی تیار کردہ فہرست میں ساری وہ تنظیمیں داخل کرنی گئی ہیں، جو کسی نہ کسی طرح اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرتی ہیں، حتیٰ کہ ”رشید ٹرسٹ“ (جس کا مرکز پاکستان ہے) کو بھی صرف اس جرم میں ”دہشت گرد“ قرار دے دیا گیا ہے کہ وہ بھوکے افغانیوں کو کچی پکائی روٹیاں تقسیم کیا کرتا تھا۔ امریکہ ہر دو چار روز کے بعد نئی فہرستیں جاری کرتا اور کھوج کھوج کر تمام اسلامی تنظیموں اور جماعتوں پر پابندی عائد کرنے کا اعلان کرتا رہتا ہے، چنانچہ اب ان تنظیموں کی تعداد ۶۲ تک پہنچ گئی ہے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

امریکہ کے اس رویے سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ وہ افراد اور جماعتوں کو ”دہشت گرد“ قرار دیے جانے کا حق صرف اپنے لیے محفوظ رکھنا چاہتا ہے، صرف اسی کو یہ حق حاصل رہنا چاہیے کہ وہ جس آدمی یا جس ملک کو یہ کہہ دے کہ یہ ”دہشت گرد“ ہے وہ یقیناً ”دہشت گرد“ ہے۔ اسی طرح جو فرد یا جماعت اس کے کسی حکم کی خلاف ورزی کرے اور اس کی کسی بات کو نہ ماننے کی جرأت کر لے، تو وہ ”دہشت گرد“ ہے خواہ وہ ہر دلیل اور قانون کی روشنی میں بے گناہ ہو۔ نیز یہ کہ اگر امریکہ کی اجازت حاصل نہ ہو تو اسلامی تنظیموں اور جماعتوں کو انسانوں کی خدمت کرنے، اسلامی پروجیکٹوں میں سرمایہ لگانے، بھوکوں کو کھانا کھلانے، پیاسوں کو پانی پلانے، مصیبت زدہ لوگوں کی آنکھوں سے آنسوؤں پونچھنے کا کوئی اختیار نہ ہوگا، خصوصاً اگر یہ بھوکے پیاسے مسلمان ہوں، لیکن صہیونی، صلیبی اور سیکولر بے دین انجمنوں اور تنظیموں کو مکمل حق ہوگا کہ وہ جو چاہے کریں، خیراتی کاموں کے بہانے مسلم ملکوں میں دماغ کی دھندلی کا کام کریں، خالی پیٹوں میں کچھ باسی روٹیاں اور سڑی ہوئی غذائیں ڈال کر دوسری طرف دماغوں اور دلوں کو طرح طرح کے اسلام مخالف نظریات سے بھر دیں، یا اپنے ملکوں کے لیے جاسوسی کا فریضہ انجام دیں، جیسا کہ افغانستان کے سلسلے میں ذرائع ابلاغ میں طشت از بام ہو چکا ہے کہ روسی افواج کے جانے کے بعد سے ہی، بے شمار مغربی خیراتی ادارے افغانستان میں صرف اس لیے سرگرم عمل رہے کہ رفاہی کاموں کے بہانے، وہاں عیسائیت کی تبلیغ کی جاسکے اور صہیونی خیر کاروں کے لیے جاسوسی کی جاسکے۔

الحاصل امریکہ نے جن تنظیموں اور انجمنوں کو دہشت گرد قرار دیا، ان کی اس نے فہرست جاری کرتے ہوئے اپنے حکام اور دنیا کے ملکوں سے کہا کہ، ان کے اثاثے منجمد کر دیے جائیں اور ان کے مالی سوتوں کو مکمل طور پر خشک کر دیا جائے۔ خبریں ملتے جلتے © rasailojaraid.com مزید ریڈنگ جاری ہے؛ تاکہ ہر

اس سرچشمے پر بند باندھا جاسکے جس سے انھیں زندگی کا کوئی گھونٹ ملا کرتا ہے اور پاکستان، مشرق وسطیٰ اور ساری دنیا میں مذہبی تعلیم گاہوں کے بھی سانس لینے کے منفذ کو بند کیا جاسکے؛ کیوں کہ بقول امریکہ یہ ادارے زندگی کے تمام طریقوں کے سلسلے میں نفرت کرنے والے دہشت گردوں کو جنم دیا کرتے ہیں۔ خبروں کے مطابق اس سمت میں باقاعدہ کام شروع ہو چکا ہے۔ آئندہ مزید زور و شور اور وسعت و سرعت کے ساتھ اس کام کو آگے بڑھانے کا ارادہ ہے۔ ابھی چند روز قبل اخبار میں پڑھا کہ امریکہ نے غلیجی ملکوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ان افراد اور جماعتوں پر کنٹرول کریں، جو ”اسلامی دہشت گرد“ تیار کرنے والے اداروں کو مدد دیتی ہیں۔ امریکہ کی مراد اسلامی تعلیم گاہوں اور دینی مراکز سے ہے۔ خبریں کہتی ہیں کہ مذکورہ ملکوں نے اس سمت میں پیش رفت شروع کر دی ہے اور امریکہ کی ہدایات پر عمل شروع کیا جا چکا ہے یا کیا جانے والا ہے۔

اسلامی ضمیر کی فروختگی کی قیمت

بہر صورت اس سے پہلے کہ امریکہ سلامتی کونسل کی طرف سے عالمی جواز حاصل کر سکے اور اس کے بہ جائے کہ وہ عالمی تحقیق کے بعد مجرموں پر قطعی طور پر فرد جرم عائد کرے اور ان کی یقینی شناخت کے بعد کوئی قدم اٹھائے اور اس کے بہ جائے کہ اقوام متحدہ کے جھنڈے تلے کوئی عسکری کارروائی کرے (ہر چند کہ اقوام متحدہ بھی اسی کے گھر کی لوٹدی ہے اور یہودیوں کے ہاتھ کا کھلونا ہے) اس کے بہ جائے امریکہ کے صدر نے اور اس کے دیگر قائدین نے دنیا کے دارالحکومتوں کا طواف کر کے تمام ملکوں کو اپنی ناروا کارروائی کا ساتھ دینے کے لیے زور ڈالا۔ خصوصاً پاکستان کو بہ ذریعہ دھمکی اس بات کے لیے مجبور کیا کہ وہ لوجسٹک سپورٹ دے، نیز پاکستان کی فضا اور اس کی بری و بحری سرحدوں کو استعمال کی اجازت دے، امریکی افواج اور امریکہ کے حلیفوں کی افواج نیز امریکی خفیہ اداروں کے لوگوں کو پاکستان کے اندر اپنے اڈے قائم کرنے دے، پاکستانی سرزمین پر افواج کے لیے خوارک کے ذخائر اور جنگی ساز و سامان جمع کرنے کی سہولت دے، اسامہ بن لادن، ان کی تنظیم، طالبان تحریک، اس کے قائدین، اس کی افواج اور ان کے ٹھکانوں کے سلسلے میں خفیہ معلومات بہم پہنچائے، طالبان تحریک کے ماتحت اور پاکستانی سرزمین پر قائم تمام ٹریننگ کیمپوں کو بند کرے وغیرہ وغیرہ۔

پاکستان نے امریکہ کے سارے مطالبے، اندرون ملک مکمل طور پر عوامی مخالفت کے باوجود، تسلیم کر لیے اور اس نے اسلامی ضمیر اور دینی حیثیت وغیرت کے تمام تقاضوں کو نظر انداز کر دیا؛ کیوں کہ امریکہ نے اس کو سخت دھمکی دی تھی کہ اگر اس نے اس کے مطالبات نہیں مانے، تو اس کے نیوکلیائی پلانٹ کو نشانہ بنانے کے ساتھ ساتھ پورے ملک پر انتہائی حملہ کیا جاسکتا ہے اور اگر اس نے یہ مطالبات منظور کر لیے تو پاکستان کو ”خواطر خواہ“ مادی اور معنوی مدد کے ساتھ ساتھ اس پر عائد کردہ پابندیاں اٹھائی جائیں گی۔ ©rasailojaraid.com

ساتھ ہی اقتصادی پابندیاں ہٹادی گئیں؛ بل کہ ایسی تجرباتی دھماکوں کے نتیجے میں عائد کردہ دوسری نوع کی پابندیاں بھی ختم کردی گئیں اور مختلف قسم کی مختلف المقدار مالی مدد دے دی گئیں یا ان کا وعدہ کیا گیا، کہ جیسے جیسے امریکی مفادات کے پورا ہونے کی رفتار آگے بڑھے گی، پاکستان کو مالی تعاون ملتا رہے گا؛ کیوں کہ اس نے آخر اسلامی ضمیر کو بیچا ہے اور ان اصولوں کی قربانی دینے کی سوچی ہے جن پر پاکستان کا قیام عمل میں آیا تھا تو بیچارے کو اتنا کچھ بھی ہاتھ نہ آئے!۔

لوگ مجھ سے اس چیز کے حوالے سے رشک کرتے ہیں جس سے میں شاکھی ہوں

قابل ذکر ہے کہ ۸۹.۶٪ عربوں اور مسلمانوں نے امریکہ کے ساتھ اس ظالمانہ اتحاد میں شرکت کو، مسترد کر دیا ہے۔ الجزیرہ انٹرنیٹ کے ذریعے، جو الجزیرہ چینل کا ذیلی ادارہ ہے، قدس پریس کی خبر کے مطابق رائے عامہ کے جائزے میں یہ بات سامنے آئی تھی کہ عربوں اور مسلمانوں کی زبردست اکثریت نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کیساتھ باطل اتحاد میں شرکت کی شدید مخالفت کی ہے۔ جبکہ ۱.۸٪ نے کہا کہ اس سلسلے میں اس کی کوئی رائے نہیں ہے اور ۲۰۸۳٪ کی مجموعی تعداد، جن سے سوالات کیے گئے تھے، کل ۸.۵٪ نے یہ کہا کہ مذکورہ اتحاد میں شرکت کی جاسکتی ہے۔ واضح ہو کہ اس ۸.۵٪ میں سارے سیکولر کمیونسٹ، آزادیخواہ اور وہ تمام مسلمان شامل ہیں جو دینی شعور یا اسلامی اخوت وغیرت کا کوئی معنی نہیں سمجھتے۔

پاکستان کے فوجی صدر جنرل پرویز مشرف تمام کوششوں کے باوجود، حالاں کہ انھوں نے افغانستان مخالف اور امریکہ موافق اپنی پالیسی کے لیے پاکستانی رائے عامہ کو اپنا ہم نوائے بنانے کے لیے حکومت کی ساری مشینری لگا دی تھی اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے زور شور سے ان اعذار اور مجبوریوں کی تشہیر کی گئی تھی اور کی جا رہی ہے، جن کی وجہ سے انھیں امریکی مطالبات کے سامنے سر نیاز ختم کر دینا پڑا، جن میں ان کے بقول پاکستان کے دیرینہ دشمن کی یہ تمنا اور منافست تھی کہ دربار عالی امریکہ اور جہاں پناہ شہنشاہ ہوش کے حضور میں پاکستان کو جس اعلیٰ مقام سے سرفرازی ہوئی ہے کاش وہ رتبہ بلند اسی کو نصیب ہوا ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کی طرف سے پاکستان کی اس وقت جو پزیرائی ہوئی ہے اور اس سلسلے میں اپنے ”رتقب بدخواہ“ کی طرف سے اس کو جس رشک؛ بل کہ حسد کا سامنا ہے، اسکے حوالے سے عربی زبان کے شاعر دانا تنہی کا مندرجہ ذیل شعر اس کے حسب حال ہے اور اس کو زبان حال اور قال دونوں سے یہ شعر گنگنا نے کا حق حاصل ہے:

مَاذَا لَقِيتُ مِنَ الدُّنْيَا وَأَعْجَبُهُ

أَنْبِيَا بَمَا أَنَا مُشَاكِبُهُ مَخْصُونُ

(مجھے دنیا سے بھلا کیا ملا ہے؟ جب کہ میری دنیا کی فتوحات میں سب سے زیادہ قابلِ تعجب بات یہ ہے کہ مجھے جس چیز کا شکوہ

ہے، اسی کے حوالے سے لوگوں کو مجھ سے حسد ہے)

خلاصہ یہ کہ مشرف صاحب کی تمام کوششوں کے باوجود، رائے عامہ کے جائزے کے مطابق صرف ۳.۷٪ عوام نے اس مسلم پڑوسی © rasailojaraid.com میں، اپنے ملک کی شرکت کو گوارا

کیا، جو مذہب، نسب، قبائلی اور قلمی رشتوں میں پاکستان کا سا جھہ دار ہے، جب کہ ۶۳٪ لوگوں نے اس میں شرکت کو بالکلے مسترد کر دیا۔ یہ جائزہ جنگ سے پہلے لیا گیا تھا۔ جنگ شروع ہونے کے بعد ۹۰٪ عوام نے اس جنگ کی مخالفت کی اور اس کے خلاف تادم تحریر، سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں۔

امریکا کے ساتھ اتحاد کے حوالے سے علمائے امت کی رائے

امت کے علمائے کسی بھی مسلم ملک کے خلاف امریکہ کی جنگ میں، امریکہ کو کسی طرح کی سہولت دینے کو حرام قرار دیا ہے اور کسی بھی اسلامی زمین پر امریکیوں کی جارحیت والے اتحاد میں شرکت کو ناجائز ٹھہرایا ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر سید طنطاوی نے فرمایا: ”کسی گروہ کو شواہد کے بغیر ملزم ٹھہرانا جائز نہیں، ایسا عمل حرام ہے“ مصر کے مفتی اعظم ڈاکٹر فرید واصل نے فرمایا: ”مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ تعاون علی البر و اتقوی کریں اور کسی اسلامی ملک کے خلاف امریکا کے ساتھ گٹھ جوڑ نہ کریں“ رابطہ علمائے فلسطین نے ایک شرعی فتویٰ میں کہا: ”کسی بھی مسلمان کے لیے خواہ وہ حاکم ہو یا محکوم، جماعت ہو یا ملک، شرعیہ جائز نہیں کہ وہ امریکہ کی کسی صورت میں (خواہ اس کے شانہ بہ شانہ لڑنے کی صورت میں ہو، یا اس کے مشن کو آسان بنانے کی صورت میں ہو، یا اس کے لیے فضائی حدود، ہوائی اڈوں، فوجی اڈوں اور بندرگاہوں کی سہولت فراہم کرنے کی شکل میں ہو) اس لیے مدد کرے کہ وہ کسی مسلم ملک کے خلاف جارحانہ کارروائی کرے، جیسے افغانستان، پاکستان، یاعراق، یاسیریا، یا ایران، یا لبنان، یا مصر وغیرہ“

اردن کی علما کمیٹی نے کہا:

”مسلمانوں کے ملکوں پر جارحیت کے سلسلے میں ریاست ہائے متحدہ کے ساتھ تعاون، شرعاً حرام ہے اور یہ تعاون اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ خیانت ہے اور عظیم ترین گناہ کبیرہ میں سے ہے“ مشہور عالم دین اور مفکر اسلام ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے اپنے ایک فتویٰ میں فرمایا: ”افغانستان کے خلاف امریکیوں کی جارحیت میں کسی اسلامی ملک کی طرف سے، انھیں کسی طرح کی سہولت دیا جانا حرام ہے“ انھوں نے افغان مسلمانوں اور کسی بھی ایسے مسلم ملک کے ساتھ مسلمانوں کے تعاون کو ضروری قرار دیا جس کو جارحیت کا سامنا ہو، جیسا کہ پہلے سوویت جارحیت کے خلاف مسلمانوں نے افغانوں کا ساتھ دیا تھا۔

پاکستان میں تمام مقتدر علمائے افغانستان کے خلاف امریکا کے اتحاد میں شرکت و تعاون کو حرام قرار دیا۔ ایک مشترکہ بیان میں، جس پر مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر کے سیکڑوں علما کے دست خط ہیں کہا گیا ہے:

”امریکہ کی طرف سے افغانستان پر وحشیانہ حملے، اجتماعی دہشت گردی کی بدترین مثال ہیں، جن سے ہزاروں بے گناہ شہری شہید، زخمی اور بے گھر ہو رہے ہیں۔ امریکہ کی طرف سے نہ صرف افغانستان؛ بل کہ دوسرے ملکوں کو بھی نشانہ بنانے کے اعلان سے،

اخلاقاً اور نہ اسے عدل و انصاف کے مسلمہ اصولوں کے مطابق کہا جاسکتا ہے۔۔۔“

ہندوستان میں ۵۰۰ سے زائد چوٹی کے علما نے امریکی اور برطانوی مصنوعات کے بائیکاٹ کا فتویٰ دیا اور بہ ہر صورت امریکہ سے عدم تعاون کرنے کی اپیل کی اور امریکہ کے ساتھ تعاون کو، گناہ اور جارحیت میں تعاون قرار دیا۔ یہ فتویٰ جمعیتہ علمائے ہند کے استغاثہ کے جواب میں دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور نے اپنے مقتدر علما اور مفتیوں کے دست خط سے شائع کیے، پھر اس پر ملک کے سیکڑوں علمائے کبار نے دست خط ثبت کیے۔ فتویٰ کا متن حسب ذیل ہے:

”۱۷ اکتوبر ۲۰۰۱ء سے امریکہ اور برطانیہ، افغانستان کے مسلمانوں پر میزائلوں اور بموں کے ذریعے جو وحشیانہ اور دہشت گردانہ حملے کر رہا ہے، وہ یقیناً کم زور مسلمانوں اور اسلام کے خلاف بربریت اور ظالمانہ عملہ۔ ہے؛ بل کہ امریکہ و برطانیہ کے مسلسل جارحانہ عزائم کا ایک حصہ ہے اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ یہ اسلام کے خلاف ایک منظم صلیبی اور صہیونی جنگ ہے، جس سے لاکھوں بے گناہ مسلمان، کم زور بچے اور عورتیں ہلاک و متاثر ہو رہے ہیں۔

”اس لیے اس وقت تمام مسلمانوں پر شرعی اعتبار سے اور تمام انصاف پسند برادران وطن پر اخلاقی اعتبار سے لازم ہے کہ امریکہ و برطانیہ کا جس طریقے سے بھی ہو سکے، مقلعہ (بائیکاٹ) کریں۔ ان کی مصنوعات کی خرید و فروخت سے کلی طور پر احتراز کریں؛ کیوں کہ یہ ظلم و عدوان میں تعاون ہے، جو شرعاً ممنوع اور ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ“

(المائدہ ۲/ چار شنبہ ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ / ۱۷ اکتوبر ۲۰۰۱ء۔)

کویت میں اسلام پسندوں نے، امریکی دہشت گردی کو مکمل طور پر مسترد کر دیا ہے اور انھوں نے صرف ایک شخص کی خاطر، جس پر الزام ثابت نہیں کیا جاسکا ہے، پوری مسلم قوم کے خلاف اعلان جنگ اور پھر باقاعدہ جنگ کی مذمت کی ہے۔ اسلام پسندوں نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ عدالت کا تقاضا تھا کہ نتائج کا انتظار کیا جاتا، مستند شواہد کے بعد فرد جرم عائد کر کے پھر صاف شفاف طور پر مقدمہ چلایا جاتا، پھر کوئی کارروائی کی جاتی۔ انھوں نے طاقت ور لہجے میں کہا: ”اپنے ملک میں رہ رہے امن پسند مسلمانوں کے قتل کیلئے، کسی بھی بہانے اور اسباب کی وجہ سے تعاون دینا جائز نہیں“

سوڈان میں علمائے اسلام نے، مسلمان ملک افغانستان پر، امریکی برطانوی جارحیت کی مذمت کرتے ہوئے پر زور الفاظ میں کہا کہ ”امریکہ خود اسلام کا سب سے بڑا دشمن ہے اور فلسطینیوں کے خلاف اسرائیلی دہشت گردی کی سیاسی، عسکری، اقتصادی اور ابلاغی سطح پر سرپرستی کرتا رہا ہے۔“ انھوں نے افغانستان کے خلاف امریکہ کے اتحاد کو عالمی ظالمانہ عسکری حملہ قرار دیا۔

تاجکستان میں اسلام پسندوں نے افغانستان کے خلاف امریکی برطانوی جنگ کی مذمت کرتے ہوئے،

فلسطین میں حماس تحریک (اسلامی تحریک مزاحمت) نے افغانستان کے خلاف امریکی برطانوی جارحیت کی پرزور مذمت کی اور کہا: ”ہم افغانستان اور اس کے نہتے مسلمان باشندوں کے خلاف اس کھلی ہوئی جارحیت کی مذمت کرتے ہیں اور اس کو بحیرہ مانہ فعل قرار دیتے ہیں۔“

نیز پچاس سے زائد معروف عالمی اسلامی شخصیتوں کے دست خط کے ساتھ شائع شدہ ایک بیان میں (جس پر قطر کے ڈاکٹر یوسف قرضاوی، کویت کے شیخ عبداللہ علی المطوع اور مصر کے شیخ مامون الہیسی وغیرہ کے دست خط ہیں) کہا گیا ہے کہ: ”دہشت گردی سے لڑنے“ کے نام پر کسی قوم کو، وہ بھی منتخب طور پر اور مشتبہ فرد کے سلسلے میں متعارف عالمی قانون کے رو سے یقینی طور پر الزام ثابت کیے بغیر، سزا دینے کی کوئی بھی کوشش بہ ذات خود ایک قسم کی دہشت گردی ہے، جس کو کسی طرح نہ تو گوارا کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس پر خاموش رہا جاسکتا ہے؛ کیوں کہ کسی مشتبہ آدمی کو سزا دینے سے قبل، اس پر الزام ثابت کرنا عالمی قانون اور انسانی برتاؤ کے اصول کا حصہ ہے۔“

امریکہ کا پاکستان پر دباؤ ڈالنے کی اصل وجہ

یہاں قاری کو یہ سوال کرنے کا حق ہے کہ افغانستان پر ضرب لگانے کے لیے، امریکہ نے بہ طور خاص پاکستان ہی پر کیوں دباؤ ڈالا؟ جب کہ اس کے بعض پڑوسی ممالک خصوصاً ہندوستان اس بات کے لیے بے تاب تھا کہ پاکستان کے بہ جائے اسی کو مرکز توجہ بنایا جائے۔ ہندوستان کے وزیراعظم اور وزیر خارجہ نے اس سلسلے میں امریکہ کو رجحانے کے لیے ایسی ایسی اچھی حرکتیں کیں کہ دنیا کے اتنے بڑے اور عالمی نقشے میں بہت سی حیثیتوں سے ممتاز ملک کے وقار کو داؤ پر لگا دیا۔ چنانچہ اس حوالے سے اخبارات نے حکومت پر شدید تنقید بھی کی جس کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

اس سوال کے جواب کے لیے ماہرین و مبصرین نے جو کچھ کہا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امریکہ کے فیصلہ سازوں کے پیش نظر اس سلسلے میں بہت سے مقاصد ہیں۔ وہ ایک تیر سے دو شکار نہیں؛ بل کہ کئی شکار کرنا چاہتے ہیں، جنہیں ذیل کے نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے:

۱- پاکستان کی افغانستان کے ساتھ طول سرحدیں ہیں، جن کی مجموعی مسافت ۲۵۰۰ کلومیٹر سے زائد ہے، لہذا امریکہ کی طرف سے اس علاقے میں کی جانے والی کارروائی کے لیے، ان سرحدوں کی غیر معمولی جنگی اہمیت تھی۔ امریکہ کو بہ خوبی اندازہ تھا کہ اگر وہ پاکستان کو قبضے میں کر لیتا ہے، تو اس کی عسکری کارروائی میں یہ سرحدیں اصل بنیاد فراہم کریں گی اور نہ صرف فضائی؛ بل کہ برقی آپریشن کے لیے یہ سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہوں گی۔

۲- طالبان چوں کہ پاکستان کے ان مدارس اسلامیہ کی دین ہیں جن کا تسلسل پاکستان؛ بل کہ پورے بر صغیر میں اسلام کی اپنے اسپرٹ کے ساتھ بقا کی واحد ضمانت ہیں؛ اس لیے امریکہ نے سوچا کہ طالبان پر خود اس ملک کے ذریعے ضرب لگانی اس کے لیے بہترین طریقہ کار ہے۔

کی نگاہوں میں (امریکہ کے عندیہ کے مطابق) اس کی شناخت کی شدت کو کم کرے گا؛ بغیر الزام کے ثبوت کے اس غیور مسلم ملک اور اس کے باشندوں کی تباہی کی ذمہ داری میں تخفیف کرے گا؛ اسلامی رائے عامہ کی ناراضگی کا زور کم ہوگا؛ نام نہاد دہشت گردی کی جنگ میں اسلامی ممالک امریکہ کا ساتھ دینے میں کسی تردد کا شکار نہ ہوں گے؛ دنیا والوں کے سامنے ”طالبانی دہشت گردی“ کی خطرناکی اچھی طرح عیاں ہو جائے گی، جب وہ یہ دیکھیں گے کہ خود پاکستان نے، جو طالبان کا صانع اور پیدا کار ہے، ان سے آنکھیں پھیر لی ہیں اور ان کے خلاف امریکہ کے دوش بہ دوش لڑنے کے لیے تیار ہو گیا ہے، اپنی خشکی و تری و فضا اس کے حوالے کر دیا ہے، اپنے کئی ایک ہوائی اڈوں کو اس کی نذر کر دیا ہے، اور اپنے تمام ممکنہ ذرائع کو اس کی جھولی میں ڈال دیا ہے؛ بل کہ چند کھوٹے سکوں کے عوض اپنے آپ کو فروخت کر دیا ہے۔ اس طرح ایک بڑے اور انتہائی اہمیت کے حامل اسلامی ملک کے ذریعے، ایک اسلامی ملک کے سارے بال و پر کترنا، امریکہ کے لیے آسان ہوگا اور پھر دیگر مقاصد خود بہ خود حاصل ہو جائیں گے۔

۳۔ طالبان کے سلسلے میں پاکستان کے خفیہ اداروں کے پاس وسیع معلومات و اطلاعات کا ذخیرہ ہے، اگر امریکہ پاکستان کو جیت لیتا ہے، تو یہ ساری معلومات ان کے قبضے میں ہوں گی، ان کے بغیر طالبان اور افغانستان کے خلاف کوئی جنگ زیادہ کامیاب نہیں ہو سکتی۔

۴۔ سابق سوویت یونین کے خلاف افغانستان نے پاکستان کی مدد سے جو جنگ لڑی تھی، اس سلسلے کا بہت بڑا اور پختہ عسکری تجربہ پاکستان کو حاصل ہے، پاکستان پر کنٹرول کا مطلب، ان تجربات سے کما حقہ فائدہ اٹھانا ہے۔

”دہشت گردی کے خلاف جنگ“ کے ڈرامے کا آغاز، امریکہ نے افغانستان ہی کے اسٹیج سے کیوں کیا؟

سوال یہ ہے کہ امریکہ نے اپنے صلیبی صہیونی منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کیلئے؛ سب سے پہلے افغانستان ہی کو کیوں چنا، اس نے دیگر اہداف کو نظر انداز کیوں کیا؟ اس سوال کا جواب مندرجہ ذیل حقائق میں پوشیدہ ہے:

۱۔ برطانیہ کے اخبار گارڈین (۱۵ اکتوبر ۲۰۰۱ء) نے لکھا ہے کہ چونکہ ۱۱ ستمبر کے واقعے کا کوئی اور امکانی ملزم نہیں مل رہا اور اس واقعے کی کوئی اور قابل قبول توجیہ سامنے نہیں آ رہی؛ اس لیے لوگ یہ ماننے پر مجبور ہو رہے ہیں کہ اس حرکت کا ذمہ دار اسامہ کے سوا کوئی اور نہیں!!

شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ نے (البلاغ کراچی) کے اپنے ادارے میں اس ”تخیل“ پر بہت خوب صورت اور درس انگیز تبصرہ کیا ہے:

”لیکن سوال یہ ہے کہ کیا کسی شخص کے خلاف دلائل کے ”بے وزن“ ہونے کے باوجود، محض اس بنا پر اسے مجرم قرار دیا جاسکتا ہے کہ کوئی اور مجرم نہیں مل رہا؟ دنیا میں عدل و انصاف کا کون سا نظام ہے جو اس منطق کو تسلیم کر سکے؟ یہ تو وہی بات ہوئی کہ چھانچے کسی شخص کے گھر میں نہ ملے تو اسے لے جھکی کسی کے گھر میں فٹ آئے، اس کو

پھانسی دے دو۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب حادثہ ہونے کے پہلے ہی لمحے ذہن میں یہ بات بٹھالی گئی کہ دراصل مجرم فلاں شخص ہے اور تحقیق و تفتیش کا تمام زور اسی پر صرف کر کے دوسرے ہر امکان سے نہ صرف آنکھ چرائی گئی؛ بل کہ دوسرے خطوط پر تفتیش کو آگے بڑھنے سے روک ہی دیا گیا، تو پھر کوئی دوسرا امکانی ملزم یا کوئی دوسری قابل قبول وجہ سامنے کیسے آ سکتی ہے؟“

مولانا مدظلہ نے جو بات کہی ہے کہ اس کی دلیل یہ بھی ہے واقعہ کے تیسرے ہی روز یعنی ۱۳/۹/۲۰۰۱ء کو، کولن پاول نے ایک پریس کانفرنس میں واضح لفظوں میں کہا کہ ”ان ظالمانہ کارروائیوں کا اصل اور بڑا مشتبہ آدمی اسامہ بن لادن ہے۔“

بی بی سی لندن کی ۱۹/۹/۲۰۰۱ء کی سروس کے مطابق پاکستان کے سابق وزیر خارجہ نے بی بی سی کو بتایا کہ امریکہ نے انھیں وسط جولائی ۲۰۰۱ء میں یہ بتا دیا تھا کہ وہ بن لادن اور طالبان کے خلاف وسط اکتوبر ۲۰۰۱ء تک فوجی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اقوام متحدہ کے ماتحت ”برلن“ میں افغانستان کے سلسلے میں تشکیل کردہ رابطہ گروہ کے ممالک کی کانفرنس کے دوران، امریکہ نے انھیں اپنے منصوبے سے آگاہ کر دیا تھا۔ گویا اکتوبر کا واقعہ امریکہ کے لیے اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے میں انتہائی مددگار ثابت ہوا۔

۲- مبصرین اور تجزیہ کاروں نے امریکہ کے مادی مقاصد کے دائرے میں یہ بات اجاگر کی ہے کہ ۱۹۹۱ء میں امریکہ نے جنگ خلیج کا جو ڈرامہ اسٹیج کیا تھا، تو اس کے پیش نظر خلیج عربی کے علاقے میں اپنے پائے دار وجود کے لیے وجہ جواز فراہم کرنا، تیل کی دولت کو لوٹنا اور اپنے ہاں اس کی ترسیل کی لائنوں کو محفوظ کرنا تھا۔ اسامہ بن لادن اور طالبان کے خلاف جنگ کے ذریعے وہ وسطی ایشیا کے علاقے میں اپنے اثر و رسوخ کو مستحکم کرنے اور وہاں اپنے ہمیشہ رہنے کیلئے راہ ہم وار کر رہا ہے؛ کیوں کہ اندازہ ہے کہ اس علاقے میں تیل کا زیر زمین ذخیرہ ہی آئندہ دنیا کی توجہ کا مرکز بننے والا ہے۔ امریکی ذرائع کا کہنا ہے کہ بحر قزوین کے پانی کے نیچے تیل کا ذخیرہ سعودی عرب کی ریت کے نیچے پائے جانے والے تیل کے ذخیرے سے زیادہ نہیں تو برابر ضرور ہے۔

قابل ذکر ہے کہ ماضی میں امریکی اور مغربی سربراہوں کو ”انرجی سیکورٹی“ کے مسئلے سے کوئی دل چسپی نہ تھی؛ لیکن ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگ میں جب اسلام کے وفادار اور حرمین کے پاس دار بادشاہ شاہ فیصل بن عبدالعزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ نے تیل کو جنگی اہمیت کے حامل زبردست ہتھیار کے طور پر استعمال کیا، تو مغربی ملکوں اور امریکہ کو تیل کی بے پناہ اہمیت کا اندازہ ہوا اور اس کے سرچشموں پر کنٹرول اور اس کو اس علاقے میں اپنے مستقل طور پر اثر و رسوخ کے قیام کی فکر لاحق ہوئی۔ نیز اس وقت مغربی ملکوں کو بہ خوبی احساس ہوا کہ صرف نیچلی تیل پر بھروسہ کرنا خطرے سے خالی نہیں؛ لہذا امریکہ اور مغربی ممالک نے ”محفوظ توانائی“ کے تحت امریکی اور مغربی ممالکوں کے متبادل کی

تلاش ہوئی۔ اس ضمن میں بحر قزوین کے میدان پر نظریں جمیں، جس کے متعلق امریکی رپورٹوں کا کہنا ہے آئندہ دسیوں برس کے لیے یہ ذخیرہ دنیا کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔^(۱۶)

۳- اٹلانٹک معاہدے (OTAN) کے دائرے کی مشرقی علاقوں میں وسعت کاری اور ایک طرف چین، شمالی کوریا وغیرہ کی گھیر ابندی، دوسری طرف وسطی ایشیا میں امریکی جہاز کے ذریعے روس کے دائرہ اثر کو سمیٹنا۔
امریکہ کے معنوی مقاصد کے دائرے میں ذیل کے نکات نہایت اہم ہیں:

۴- طاقت کی میزان میں اس طرح رد و بدل کرنا کہ بجلد عظیم اسرائیلی مملکت کا قیام اور ہیکل سلیمانی کی تعمیر ممکن ہو۔

اسلامی ممالک کی حکومتوں کو اسلام پسندوں اور مذہبی جماعتوں کو کچلنے میں مصروف کرنے کے لیے، وہاں بے چینی، اضطراب اور خانہ جنگی کی کیفیت اس طرح پیدا کر دی جائے کہ انھیں اپنے مسائل پر قابو پانے کے لیے، پائے دار امر کی حمایت کی از خود ضرورت محسوس ہو اور بالآخر اسلام پسندی کا قلع قمع کر کے سیکولر اور مغربی طرز معاشرت والا معاشرہ تشکیل پا جائے۔

۵۔ اسلام پسندوں اور ”مذہبی جنونیوں“ کے ہاتھ میں پاکستانی نیوکلیائی پروگرام کے چلے جانے کا ہوا کھڑا کیا جائے اور خوب خوب اس کی تشہیر کی جائے، اتنی مرتبہ ذرائع ابلاغ میں دہرایا جائے کہ دنیا والوں کو اس پر فریب پرچار کے ایک سچائی اور حقیقت ہونے کا یقین ہو جائے اور پھر اس کو بہانہ بنا کر پاکستانی نیوکلیائی پروگرام کو چلتے چلاتے ختم ضرور کر دیا جائے۔ اس پس منظر میں یہ خبریں خاصی فکر انگیز اور معنی خیز ہیں کہ اسرائیل اور امریکہ کے کمانڈوز پاکستان کے ایٹمی پلانٹ پر بہ وقت ضرورت قبضہ کرنے کی سوچ رہے ہیں؛ بل کہ اصلاً قبضہ کر چکے ہیں اور اس وقت پاکستان کا اس پر عملاً کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

۶- دنیا کے اسلامی اور غیر اسلامی دونوں کیمپوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ ۱۹۷۹ء میں جب سابق سویت یونین افغانستان پر حملہ آور ہوا اور اس نے اپنی لاکھوں فوج افغانستان میں داخل کر دی، تو افغان کے شیر بچے سرخ طوفان کے فرزندوں کی سرکوبی کے لیے ایک جان ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس وقت چوں کہ سوویت یونین دنیا کی دو بڑی طاقتوں میں سے ایک تھی۔ اور امریکہ کا حریف تھی، دونوں کے درمیان سرد جنگ جاری تھی۔ امریکہ نے افغانیوں کی کھل کر مدد کی اور آخرش سوویت افواج کو شکست کھا کر وہاں سے جانا پڑا؛ بل کہ افغانستانیوں نے اس پر ایسی ضرب لگائی کہ اس کا وجود ہی ختم ہو گیا۔ آج روس اس کا ایک ناتواں وارث بنا ہوا ہے۔ سوویت یونین کے خلاف امریکی مدد کسی اخلاص پر مبنی نہیں تھی، امریکہ کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اول الذکر کی شکستِ فاش کے بعد اور یہاں چند سال کی خانہ جنگی کے بعد ”طالبان“ نام کے علمائے دین برسرِ اقتدار آجائیں گے اور طوفان کی طرح سارے افغانستان پر چھا جائیں گے، پھر وہاں اسلامی امارت کے منہاج پر اور کتاب و سنت کی بنیاد پر اصلی اسلامی ریاست کو وجود بخشیں گے۔ امریکہ تو یہ بھی نہیں سمجھتا کہ سوویت یونین کے بعد روس کا دور کمزور ہے، جمہوریت کا دم

بھرنے والے، مغربی تہذیب کے دل دادہ، آزاد خیال اور صرف نام کے مسلمانوں کو حکومت و انصرام کا موقع ملے گا۔ یہ لوگ امریکہ اور مغرب والوں کی مرضی سے کام کریں گے، ان کی حکومت ان کی پسند کی ہوگی؛ لیکن وہ اپنی حکومت کو ”اسلامی حکومت“ ہی کہیں گے اور دین کو کھلونا بنائے رہیں گے، اور اس کو ایک طرف اپنی انانیت اور خواہشات کی تسکین کے لیے اور دوسری طرف امریکہ اور مغرب کو خوش کرنے کے لیے ہتھکنڈے کے طور پر استعمال کریں گے۔ اس طرح افغانستان بھی دیگر اسلامی ملکوں ہی کی طرح کا ایک ”اسلامی ملک“ ہوگا اور اس کی حیثیت بھی انہی کی طرح ”جھاگ“ کی ہوگی، جو امریکہ کی مرضی کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھا پاتے، وہ چلتا ہے تو یہ چلتے ہیں اور اگر رک جاتا ہے، تو یہ سبھی رک جاتے ہیں، اس کے کہے ہوئے ہر ”شعر“ کو خوش الحانی سے پڑھتے ہیں اور اس کے بنائے ہوئے ہر ”گانے“ کو جھوم جھوم کے گاتے ہیں۔ امریکہ کو یہ حق ہے کہ وہ عربی کے شاعر کا یہ حسب حال شعر پڑھا کرے:

وَمَا النَّاسُ إِلَّا مِنْ رُؤَاةِ قَضَائِدِي

إِنَّا قُلْتُ شِغْرًا أَصْبَحَ الدَّهْرُ مُنْشِدًا

(سارا عالم میرے قصیدوں کا ناقص و راوی ہے، جب بھی کوئی شعر کہتا ہوں، تو سارا زمانہ نغمہ سرا ہو جاتا ہے)

یا دوسرے شاعر کا یہ شعر پڑھے:

تَرَى النَّاسَ إِن سِرْنَا يَمِينُونَ خَلْفَنَا

وَإِن نَخُتْ أَوْ مَاثَا إِلَى النَّاسِ وَقَفُوا

(تم لوگوں کو دیکھو گے کہ اگر ہم چلیں تبھی وہ چلتے ہیں اور اگر ہم اشارہ کریں تو سارے لوگ یکسر رک جاتے ہیں)

طالبان کا ناقابل معافی ”گناہ“

طالبان نے امریکہ کی آرزوؤں پر پانی پھیر دیا، وہ اس کے ”سفیدی عملے“ کا روپ دھارنے اور ذلت کا طوق اپنے گلے میں ڈالنے کو تیار نہ ہوئے اور اس کی ہر بات کو ماننے سے انکار کر دیا اور اس کا یہ فیصلہ بالکل مسترد کر دیا کہ افغانستان میں ”وسیع البیاد“ حکومت قائم کر کے، طرح طرح کے لوگوں کو اپنے فاسد افکار و خیالات اور غیر اسلامی نظریات کے ساتھ اوپری آواز لگانے کا موقع دیں اور جمہوریہ، سیکولریہ، مغربیہ، اباچیہ امریکہ کی مرضی کے مطابق یہاں اٹھائے بیچے دیا کریں۔

ڈاکٹر سہیل محمد صالح الدلال نے لندن کے ہم عصر رسالہ ”البیان“ میں، افغانستان کا میدانی دورہ کرنے اور طالبان کے طرز حکومت کو مکمل طور پر پڑھنے کے بعد ”طالبان شریعت کے نفاذ اور تعمیر افغانستان کے درمیان“ کے عنوان سے انتہائی گراں قدر مضمون لکھا، جو میری معلومات کی حد تک کسی عربی قلم کار کی طرف سے سب سے ممتاز اور طالبان کی سمت سفر کی صحیح اور ٹھوس معلومات کے بعد لکھی جانے والی ہے۔ ذیل میں ہم اس مضمون کے اہم

اقتباسات نقل کر رہے ہیں، جن سے یہ بھی اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ ساری دنیا خصوصاً امریکہ اور مغرب، طالبان سے اس قدر خوف زدہ کیوں ہیں۔ نیز ان کے پروپیگنڈے کے برعکس انھوں نے تعمیر افغانستان اور بنیادی ڈھانچے کی از سر نو تشکیل کا (دشمنوں کی ان کے خلاف مسلسل سازشوں کے باوجود) کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے:

ڈاکٹر سامی لکھتے ہیں:

”اسلام اور مسلمان دشمن عالمی طاقتوں نے، افغانستان میں سچی اسلامی حکومت، جس کی جامع اساس دینِ توہم پر ہو، کے قیام کو روکنے کے لیے ہر طرح کے جتن کیے؛ لیکن طالبان نے ان کی ایک نہ چلنے دی اور اپنی اسٹیٹ کی بنیاد کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر رکھی، اور اسلامی ملک کی تشکیل میں انھوں نے حتی المقدور سعی کی۔ اس سلسلے میں ان کی مندرجہ ذیل کوششوں اور اکتسابات کو بہ طور خاص ذکر کیا جاسکتا ہے:

- ۱- مغربی جمہوریت کے بدلے انھوں نے شورٹی کے ادارے کا احیا کیا۔
 - ۲- داخلہ اور خارجہ پالیسی کو ولاء و براء کی بنیاد پر استوار کیا یعنی اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ وفاداری اور ان کے دشمنوں سے اظہار براءت پر۔
 - ۳- مغربی طرز کی سول عدالتوں کو کالعدم کر کے شرعی عدالتیں قائم کیں۔
 - ۴- شرعی حدود نافذ کیے۔
 - ۵- عورتوں کو حجاب کا پابند بنایا اور مردوزن کے اختلاط کو ختم کیا۔
 - ۶- تمام سودی بینکوں اور معاملات کو منسوخ کر کے اسلامی بینک قائم کیے۔
 - ۷- سارے تعلیمی، صحتی اور مالی وغیرہ اداروں میں اسلامی شریعت کے مطابق عورتوں کے حقوق بہ حال کیے۔
 - ۸- کام کے مواقع کو یقینی بنانے کے لیے سعی کی، بے کاری کو ختم کیا اور افغانستان کی اسلامی اسٹیٹ نے اس میدان میں بڑی پیش رفت کی۔
 - ۹- امن و سلامتی کو مستحکم کیا اور اسٹیٹ کا رعب و داب بہ حال کیا۔
 - ۱۰- باغیوں اور سرکشوں کی بلائیں سرکوبی کی۔
 - ۱۱- تمام صوبوں میں ہر قسم کی ضروری؛ بل کہ ترقیاتی سرورس بہ حال کیں۔
 - ۱۲- تباہی خیز خرابیوں سے پاک معاشرے کی تعمیر کی، جس میں معاشی اور سینات کی ہر طرح حوصلہ شکنی ہوئی اور اچھائیوں اور نیکی کے کاموں کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔“
- ڈاکٹر سامی طالبان کے اس کارنامے کو سراہتے ہوئے فرماتے ہیں:

”طالبان کے لیے یہ سارا کچھ اس لیے ممکن ہوا کہ انھوں نے شراب اور شراب خانوں کا خاتمہ کیا، خشکاش اور ہر قسم کی نشیات کی کاشت پر پابندی عائد کی، لہو و لعب اور آرٹس کی تمام شکلیں ممنوع قرار دیں، جن سے گھانا اٹھانے والے دین بیزار لوگوں کو دل چسپی ہوا کرتی ہے۔ فن و آرٹ کا تعلق آلات طرب سے ہو یا دیگر مختلف قسم کے آلات سے، ممنوع قرار دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گانے والوں اور گانے والیوں کا، ناچنے والوں اور ناچنے والیوں کا اور ان کے ہم سفر بگاڑ پیدا کرنے والوں و بگاڑ پیدا کرنے والیوں کا بازار ٹھنڈا پڑ گیا۔ آپ کو انتہائی خوش گوار معلوم ہوگا کہ آپ افغانستان کے شہروں اور دیہاتوں میں گشت لگائیں، تو آپ کو معاصی کی تمام قسموں سے یہ پاک نظر آئیں گے۔ عورتیں باپردہ، مرد شرعی داڑھی کے ساتھ نظر آئیں گے۔ لوگوں کی آنکھوں سے اطمینان و سکون جھلکتا ہوا محسوس ہوگا، چہرے پر انبساط کی لکیریں نمایاں ہوں گی، سارے لوگ اپنے کاروبار میں لگے ہوں گے اور اپنے اپنے کام سے آپ کسی کو خالی نہ پائیں گے۔ جب کہ وہ طالبان کے دور سے پہلے ایک دوسرے کے دشمن تھے۔

ان سب باتوں کی وجہ سے مسجدیں آباد ہو گئی ہیں، بازاروں میں رونق لوٹ آئی ہے، اپنی سرگرمیوں کے لیے سعی کرنے والوں سے سڑکیں پُر نظر آتی ہیں، طرح طرح کی گاڑیاں اور ذرائع نقل و حمل سے راہیں آباد ہو گئی ہیں، خصوصاً ٹیکسیوں سے۔ ٹرکوں کے ذریعے افغانستان کے تمام شہروں کے درمیان تجارتی سرگرمیاں زوروں پر ہیں، حالاں کہ پختہ سڑکوں کا روسیوں کی بم باری، میزائلوں اور بکتر بند گاڑیوں سے، جو حال ہو گیا تھا اس کے اثرات اب تک باقی ہیں۔ طالبان کی مذکورہ کامیابیوں اور واضح کامیابیوں کو دیکھ کر تمام افغانیوں نے (سوائے ان کے، جن کے دل خدا نے کج کر دیے تھے) سابقہ آپس میں دست و گریبان افغان مجاہدین حکمرانوں اور طالبان کی حکمرانی اور کارکردگی کے درمیان واقعی اور زبردست فرق کو محسوس کرتے ہوئے، طالبان پر جان و دل چھڑکنے کے لیے تیار ہو گئے؛ کیوں کہ انھیں طالبان کی شکل میں وہ چیز مل گئی، جسکی انھیں سوویت یونین کی شکست اور کمیونسٹوں کے خاتمے کے بعد، تلاش تھی۔

ڈاکٹر سامی فرماتے ہیں:

”انھی اسباب کی وجہ سے، جن کا تذکرہ کیا گیا اور دیگر وجوہات کی بنا پر سارے قبیلوں اور نسلوں کے افغانی، فرماں برداری اور اطاعت شعاری کے جذبے کے ساتھ، طالبان کے گرد جمع ہو گئے۔ لائق توجہ ہے کہ افغانی قوم کی طرف سے طالبان کی اس درجہ پذیرائی اور ان کی تابع داری کی وجہ سے حفاظتی پہرے، یا سیکورٹی پٹرولنگ کی بہت کم ضرورت رہ گئی ہے؛ کیوں کہ سارے لوگ امیر المومنین (ملا محمد عمر) کے احکامات کی محبت اور رعب کے طے جملہ جذبات کے ساتھ بجا آوری کرتے ہیں۔ اگر دنیا کے ملکوں کا دستور ہے کہ وہاں کرفو (Curtew) کا نفاذ ٹینکوں، بکتر بند گاڑیوں اور فوج اور پولس کے دستوں کے ذریعے سڑکوں اور گلیوں پر کنٹرول کے بغیر نہیں ہو پاتا، تو افغانستان میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے؛ کیوں کہ افغانی عوام امیر المومنین کے حکم کی بجا آوری کرتے ہیں کہ دس بجے رات سے صبح

کے پانچ بجے تک خود ہی گھروں سے بلا ضرورت باہر نہیں نکلتے، لہذا کسی مرکزی سڑک پر بھی حفاظتی گشت کی ضرورت نہیں ہوتی، چہ جائے کہ اندرونی گلیوں میں۔ حد یہ ہے کہ منافقین قسم کے لوگوں کو بھی کسی حرکت کی جرأت نہیں ہوتی، اللہ پاک نے ان کے دلوں میں اسلام کا رعب اور شرعی سزا کا خوف ڈال دیا ہے۔ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ سلطان کے ذریعے (بسا اوقات) ان باتوں سے (لوگوں) کو روک دیتا ہے، جن سے قرآن کے ذریعے نہیں روکتا۔“ (۱۷)

جب دشمنوں خصوصاً امریکہ نے دیکھا کہ طالبان افغانستان کو ”سوئے حرم“ لیے جا رہے ہیں اور صحیح اسلامی حکومت کی سمت میں محوسر ہیں، دشمنوں اور امریکا کے ہاتھ سے لگام چھوٹ چکا ہے اور ان کے اشاروں کو حرف بہ حرف رو بہ عمل لانے والی اطاعت گزار حکومت کے قیام کا امکان افغانستان میں طالبان کے ہوتے ہوئے، کسی طرح ممکن نہیں ہے، تو انھوں نے طالبان کو ان گنت طریقوں سے بدنام کرنے کی سوچی اور ان پر جو الزامات عائد کیے، وہ ڈاکٹر سامی کے الفاظ میں مندرجہ ذیل ہیں:

- ۱- دشمنوں کے نہ چاہنے کے باوجود طالبان نے افغانستان کو تہذیب جدید کی چکا چوندھ کرنے والی ”روشنی“ سے محروم کر دیا ہے اور شریعت اسلامی کی زبردست ”تاریکی“ میں مبتلا کر دیا ہے۔
- ۲- عورتوں کو تعلیم و تعلم سے محروم کر دیا ہے، انھیں گھر کی چہار دیواری میں بند کر دیا ہے، مدارس و جامعات کے دروازے ان پر بند کر دیے ہیں۔
- ۳- عورتوں کو بیرون خانہ کام کرنے اور مختلف قسم کے پیشوں میں لگنے سے روک دیا ہے۔
- ۴- عورتوں کو روفی، ہرم اور شیخ انجمن ہونے سے منع کر دیا ہے۔ اور ان کو پردے کا پابند بنا دیا ہے۔
- ۵- سارے افغانستان میں شراب نوشی اور اس کا کاروبار بند کر دیا ہے۔
- ۶- اسٹیجوں، رقص گاہوں اور کیف و سرور کی جگہوں کو بند کر کے وہاں موسیقی اور گانوں پر پابندی عائد کر دی ہے۔
- ۷- (سب سے بڑا اور اہم الزام یہ تھا کہ) ”دہشت گردوں“ کو پناہ دے رکھی ہے اور مجاہدین کی ٹریننگ کی جا رہی ہے۔

۸- منشیات کی زراعت کروائی جا رہی ہے اور دنیا کے مختلف ملکوں میں انھیں برآمد کیا جاتا ہے (حالاں کہ افغانستان کی پوری تاریخ میں صرف طالبان ہی نے پہلی مرتبہ منشیات کی کاشت پر مکمل پابندی عائد کی، گو ننگے شیطان کی طرح کے باختر عالمی ذرائع ابلاغ کو اس کا بہ خوبی علم ہے)

۹- (سب سے بڑا گناہ طالبان کا دشمنوں کی نگاہ میں یہ ہے کہ) وہ عالمی قوانین اور بین الاقوامی ضابطوں کی پابندی نہیں کرتے۔

۱۰- (سارے گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ) وہ فلسطینیوں کی حمایت نہیں کرتے ہیں، خصوصاً فلسطینی

انتفاضہ کی اور فلسطین کی آزادی کی۔

قارئین کرام کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ان الزامات میں کوئی سچائی نہیں، ان میں الفاظ سے کھیلایا گیا ہے اور حق کو باطل اور باطل کو حق بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ الزامات محض افتراء، کذب اور بہتان ہیں؛ بل کہ ان میں سے اکثر الزامات؛ بل کہ سارے الزامات طالبان کے لیے سرمایہٴ افتخار ہیں اور ایک اسلامی اسٹیٹ کے لیے عظمت و عزت کا تاج ہیں۔

اور طالبان کو اکبر مرحوم کا یہ زندہ و پائندہ شعر گنگنانے کا حق ہے:

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں
اندرونی و بیرونی دشمنوں کو معلوم ہے کہ طالبان کی بقا میں ان کی فنا کا سامان موجود ہے

عالمی میڈیا نے جس پر صلیبیوں اور صہیونیوں کا کنٹرول ہے، صحافت، رسالوں، اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ، فضائی آلات اور تاثیر کے ذرائع، مفسدہ پردازی کے وسائل اور ذہنوں کو ماؤف کرنے اور حقیقت پر تاریکی کی دیرینہ چڑھادینے والے سارے عمل کے ذریعے؛ بار بار اور طاقت کے ساتھ ان الزامات کی جگالی کی، مسلسل چپایا، دہرایا؛ بل کہ ان کی قے کی؛ حتیٰ کہ طالبان کو ۹۵٪ افغانستان پر مکمل، عادلانہ اور قانونی کنٹرول کے باوجود، صرف تین ملکوں نے قانونی طور پر تسلیم کیا، جن میں سے دو نے طالبان کے خلاف امریکہ کی طرف سے آتش و آہن اور بموں اور میزائلوں کی بارش کے ساتھ ہی سجدہ سہو کرتے ہوئے سفارتی تعلقات ختم کر لیے۔ صرف ایک ملک پاکستان نے بہ ظاہر سفارتی تعلقات بہ حال رکھے کہ اس کی امریکہ کو اپنی جنگ میں غالباً اشد ضرورت تھی؛ اس لیے، حضور والا، کے حکم سے ظاہر آئے تعلقات ختم تو نہیں کیے گئے؛ لیکن اب افغانستان کے قونصل خانوں اور سفارتی حکام پر آہستہ آہستہ ”زبان بندی کا دستور“ اور سفارتی سرگرمیوں سے اجتناب کرنے کا جو اصول نافذ کیا جا رہا ہے، اس کی روشنی میں افغانستان پاکستان کے سفارتی تعلقات بے معنی ہو کر رہ گئے ہیں اور اب آخری خبر یہ ہے کہ پاکستان میں طالبان کی نمائندگی کے سارے دفاتر بند کر دیے جانے کا حکم پاکستان نے صادر کر کے، پاکستان میں طالبان کے سفیر ملاح عبدالسلام ضعیف کو اس سے آگاہ کر دیا ہے۔

سارے دشمن خصوصاً ان کے سربراہ امریکہ اور امریکہ کے سب سے بڑے مؤید لنگڑے، لولے، بہرے، گوٹکے، ائمہ اہل اقوام متحدہ نے روزِ اول سے یہ طے کر لیا تھا کہ ہر قیمت پر اور ہر ممکن طریقے سے طالبان کو ختم کرنا ہے، چنانچہ ان کے خلاف زہر پلے پروپیگنڈے کے ساتھ ساتھ، ان پر ہر طرح کی پابندی عائد کی گئی، افغانستان کی بری اور فضائی جگہ بندی کی گئی، وہاں کے

وسائل سے محرومی کو یقینی بنایا گیا۔ ان کی موت، تباہی اور خاک و خون میں لوٹنے، خانہ مار باد ہونے، دروڑ کی ٹھوکر کھانے، رونے، کراہنے اور صرف اہوں اور گرم گرم آنسوؤں کا گھونٹ پیتے رہنے اور انسانوں کی انسانیت سے ان کے آخری حد تک مایوس ہو جانے کا سامان فراہم کیا گیا اور یہ سب کچھ صرف ایک کام کے لیے کہ طالبان کو بدنام کیا جائے کہ وہ افغانی عوام کے قاتل ہیں اور یہ صرف اس گناہ کی پاداش میں کہ طالبان مثالی اسلامی حکومت کے قیام کی راہ پر ”دائیں“ ”بائیں“ دیکھے بغیر کیوں محسوس ہیں؟!۔

ہاں امریکہ اور سارے دشمنوں کو (جن میں یورپی اتحاد، روس، سوویت یونین کے نکھرنے کے بعد آزاد ہونے والی جمہوریاں، فلسطین کی ناجائز یہودی مملکت، یہودیوں صلیبیوں کا گھونسل یعنی اقوام متحدہ، ساری دنیا کے سیکولر مزاج مسلمان اور اکثر نام نہاد ”اسلامی ممالک“ وغیرہ شامل ہیں) یہ معلوم تھا کہ طالبان کی بقا میں ان کی موت کا سامان موجود ہے؛ کیوں کہ طالبان کی حکومت اسلامی شریعت پر قائم ہے، جو اپنے اسلامی مزاج میں ممتاز ہے، طالبان کام کرتے ہیں صرف دعوے نہیں کرتے۔ طالبان ان لوگوں میں حیرت ناک طریقے سے مقبول و محبوب ہو رہے ہیں جو ایک ایسی اسلامی ریاست کے قیام کے شدید خواہش مند تھے، جس سے اس انسانی دنیا میں مسلمانوں کا وقار و اعتبار بہ حال ہو، جو اسلام کے خلاف پل پڑی ہے۔ طالبان کی طاقت کا سرچشمہ ان کا اپنے خدا پر خالصانہ و موحدانہ طاقت و ایمان ہے، نیز ان کی طاقت کا منبع زندگی کے تمام گوشوں میں دین پرستی سے عمل اور دعائے سحر گاہی ہے اور وہ اخلاص ہے جو اس وقت کبریتِ احمر سے زیادہ نایاب ہے اور نبی کی مردہ سنتوں کا احیا ہے۔

ان ساری مذکورہ طاقتوں کو معلوم تھا کہ طالبان کی بقا کا مطلب ان سبھوں کے لیے ایک یقینی خطرہ ہے۔ طالبان کی بقا کا مطلب حقیقی مؤثر اسلامی تحریک کا تیزی سے آگے بڑھنا ہے، طاقت و اسلامی لہر کا چڑھاؤ ہے، جس سے مغرب کا یہ طور خاص دل دہلتا ہے اور جو باطل کے تمام گھروندوں کو بہالے جانے کی طاقت رکھتی ہے اور دشمنوں کے سارے ”لات“ ”عزی“ اور ”منات“ کے اوندھے منہ گر جانے کا سبب بن سکتی ہے۔ لہذا طالبان کے، جن کو اس بوتل میں بند کر دینا ضروری ہے جس سے وہ نکل کر ساری دنیا کو خوف زدہ کر رہا ہے۔

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کا واقعہ امریکہ کے لیے ایک بھیا تک اور دہلا دینے والا زلزلہ تھا۔ اس واقعے کا انتقام لینا ضروری تھا؛ لیکن امریکہ کس سے انتقام لے؟ واقعہ کے واقعی مجرم کا اسے یا تو پتہ نہیں چل سکا یا اس نے بالقصد اسے مخفی رکھا۔ اخفا کا یہ عمل کسی غرض سے تھا یا ”مرض“ سے یا دونوں وجہ سے (اور یہی زیادہ صحیح ہے)۔ امریکہ نے اسلامی اور عربی افراد اور تنظیموں پر نہ صرف شبہ کا اظہار کیا؛ بل کہ بلا تحقیق انھیں واقعی ملزم بھی بنا ڈالا۔ اس سلسلے میں اس نے کچھ عربی اسلامی نام وضع کیے اور ڈھیلی ڈھالی غیر مربوط کڑیوں والی تفتیش کے بعد یہ اعلان کر دیا کہ ۱۱ افراد پر اسے شبہ ہے۔ پھر اس نے یہ اعلان کیا کہ ”شواہد“ بتاتے ہیں کہ ”اسلام“ کا کوئی تنظیمی گروہ اس واقعے میں ملوث نہیں تھا اور اسامہ چوں کہ طالبان کی سرپرستی

میں افغانستان میں رہتے ہیں؛ اس لیے اسامہ اور طالبان دونوں مجرم ہیں۔ اب امریکہ نے طالبان سے اسامہ کو مانگنا شروع کیا۔ طالبان نے شواہد طلب کیے؛ تاکہ اسامہ کو تیسرے ملک کے حوالے کر کے منصفانہ مقدمہ چلایا جاسکے؛ لیکن امریکہ نے اپنے جعلی شواہد صرف اپنے چند دوستوں اور حلیفوں کو دکھائے اور طالبان سمیت دیگر سارے عالم سے یہ کہہ دیا کہ یہ حساس نوعیت کے ہیں؛ لہذا ہر کس و نا کس کو نہیں دکھائے جاسکتے۔

الغرض واقعے کے کئی ہفتے بعد تک امریکہ کے صدر اور دیگر حکم راں، طالبان کو خصوصاً اور اسلامی ملکوں کو عموماً دھمکیاں دیتے اور آنکھیں دکھاتے رہے، چیلنج کرتے رہے اور کڑکتے گر جتے رہے، اور دنیا کے ملکوں خصوصاً ایشیائی ملکوں کو اس طرح بلوتے رہے جیسے گوالا دودھ کو بلویا کرتا ہے۔ اس طرح چنگھاڑتے رہے جیسے جنگل میں زخمی شیر، جس کے سامنے جنگل کے سارے جانور مارے خوف کے دبک جاتے ہیں۔ چنانچہ دنیا کے ”جنگل“ کے سارے ”جانور“ امریکی شیر کی چنگھاڑ سے بھی بری طرح خوف زدہ ہو کر دم دبا کر بیٹھ گئے۔

اب انھوں نے اپنے بیڑے (اللہ ان کا بیڑا ہمیشہ کے لیے غرق کرے) طیارے، میزائل، گولہ بارود، بم، جنگی ساز و سامان اور سائنس کی نئی سے نئی فتوحات اور ٹکنالوجی کی جدید ترین بخشاؤں کے ساتھ، افغانستان کو بحروبر سے گھیرے میں لے لیا اور ۱۹-۲۰ رجب ۱۴۲۲ھ = ۷-۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء یک شنبہ دوشنبہ کی درمیانی شب کے تقریباً ۹ بجے (افغانستان کے مقامی وقت کے مطابق) سے تابڑ توڑ ہوائی حملے شروع کر دیے۔

طویل جنگوں، جان لیوا بھک مری، خاک آلودہ کرنے والی غربت، پس ماندگی اور طرح طرح کے امراض سے تباہ حال افغانستان پر امریکہ نے بموں، میزائلوں اور آگ و تباہی کی موسلا دھار بارش برسانی شروع کر دی۔ افغانستان کے چپے چپے کو موت، بد نصیبی، محرومی، خانما بادی اور در بدری کے تباہ کن اثرات سے پاٹ دیا۔ جارحیت، بربریت اور ظلم و ستم کی کوئی ایسی شکل نہیں جو اس نے اختیار نہ کی ہو۔ طالبان اور القاعدہ کے ٹھکانوں طالبان کے کم زور اور فرسودہ اسلحہ خانوں کے ساتھ ساتھ مسجدوں، ہوائی اڈوں، اسپتالوں، کلینکوں، دوا خانوں، بس اڈوں، مواصلات اور بے گناہ شہریوں، مریضوں، بچوں، بوڑھوں اور نمازیوں کو نشانہ بنایا۔ ان باتوں کی اقوام متحدہ، حقوق انسانی کی تنظیموں اور دنیا کے بہت سے ذرائع نے تصدیق کر دی ہے۔ بعض بعض نشانوں پر اتنی بار بم برسایا گیا کہ وہاں کی جگہیں ہمیشہ کے لیے ہر اعتبار سے ناکارہ ہو گئیں۔ عام تباہی والے کئی کلومیٹر تک کو خاستہ کر دینے والے بم افغانیوں کو بھسم کر دینے کے لیے برسائے گئے۔ نحیف آواز میں حقوق انسانی کی تنظیموں نے کچھ تنقید کی، تو سنی ان سنی کر دی؛ کیوں کہ آقا کو یہ حق ہے کہ وہ جو چاہے کرے غلامان جہاں کو احتجاج کا حق نہیں۔

اس وقت ۱۰/۱۱/۲۰۰۱ء (۲۳ شعبان ۱۴۲۲ھ بروز شنبہ) کو ۲۵ دن گزرنے کے بعد، مذکورہ ساری

کارروائیاں طالبان کی کلائیاں نہ مولا علی علیہ السلام کی عطا کردہ طاقت اور عطا کردہ طاقت

حاصل ہے، حتیٰ کہ امریکہ کے حکمرانوں کو اعتراف کرنا پڑا ہے کہ طالبان اب تک ہمارے لیے ناقابلِ تسخیر ثابت ہو رہے ہیں۔

مادہ پرست صلیبی صہیونی امریکہ کو بھلا، طالبان کی طاقت کے خزانے کا کیا ادراک ہو سکتا ہے اور امریکہ ہی کی طرح دیگر مادہ پرست، جو ہر چیز کو مادی اسباب کی عینک سے دیکھتے ہیں، طاقت کے ان کے اصلی خزانے کو محسوس نہیں کر سکتے۔ ان کی طاقت کا سرچشمہ وہ غیر معمولی اور توانا ایمان ہے جس کی وجہ سے وہ موت سے نہیں ڈرتے؛ بل کہ خود موت ان سے ڈرنے لگی ہے۔ وہ جانتے ہیں موت کو پس گردی کے ذریعے نہیں؛ بل کہ پیش قدمی کے ذریعے دبوچا جاسکتا ہے، ان کی زبان حال پر ہمیشہ یہ شعر رہتا ہے:

تَأْخُزْتُ أَسْتَنْقِي الْخِيَاةَ فَلَمْ أَجِدْ

نَفْسِي خِيَاةً مِثْلَ أَنْ أَتَقَدِّمًا

(زندگی بچانے کے لیے میں نے پس روی سے کام لیا، تو مجھے (جلد ہی اندازہ ہو گیا کہ) زندگی کا راز میری پیش قدمی میں پوشیدہ ہے)۔

آج ہاتھی اور چیٹی کی جنگ جاری ہے۔ ہاتھی چیٹی کو روند سکتا ہے اور اس کو پیس کے مار سکتا ہے؛ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ چیٹی ہاتھی کی سونڈ میں گھس کر اس کے لیے جان لیوا ثابت ہوتی ہے خصوصاً جب ”چیٹی“ کو خدا کی مدد حاصل ہو اور اس کی توفیق اس کے ہم رکاب ہو۔ ”ہاتھی“ کے ساتھ سارے عالم کے ہاتھی، کتے، بھیڑیے اور لومڑیاں اکٹھی ہو گئی ہیں۔ ناتواں اور خرد چیٹی کے ساتھ غالب رہنے والے زبردست خدائے واحد کے علاوہ کوئی نہیں، وہ خدا جو ہر مظلوم کا ہم نوا اور ہر بے سہارے کا سہارا ہوتا ہے۔ آنے والا دن ہی بتائے گا کہ خدائے قادر و قیوم کی کیا مرضی ہے؟

میری زندگی کا سب سے حیرت ناک مسئلہ

مجھے اپنی زندگی میں جو پانچویں دہے کو پار کیا چاہتی ہے، کبھی اتنی حیرت ناک بات کا سامنا نہ ہوا کہ ایک دو ملکوں کو چھوڑ کر، سارے اسلامی ملکوں نے امریکہ کے رویے کے سلسلے میں چپ سادھ لی، کسی نے زبان سے ایک حرف بھی ادا کرنے کی زحمت نہیں کی۔ کسی ایک نے امریکہ سے یہ تک نہ کہا کہ وہ کم از کم اتنا انتظار کرے کہ اس کو ایسے قطعی شواہد ہاتھ آجائیں کہ جن کے ذریعے وہ اسلامیانِ عالم کو کسی نہ کسی درجے میں مطمئن کر سکے کہ افغانستان کے طالبان اور اسامہ مجرم ہیں، پھر اس کے لیے دنیا کے سب سے زیادہ محروم و یکس ملک پر جہنم کا منظر پیش کرنے والی جنگ قہوپ سکے۔ خدیہ ہے کہ چار شنبہ ۲۳/ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو قطر کے دار الحکومت دوحہ میں منعقد ہونے والی اسلامی ملکوں کی وزرائے خارجہ کانفرنس نے، جو افغانستان پر امریکہ کے ہوائی حملوں کے آغاز کے تین دن بعد ہوئی، افغانستان پر بلا دلیل امریکہ کی جارحانہ پالیسی کی مذمت کی۔ اس کانفرنس میں ۱۱۰ ممالک نے شرکت کی؛ بل کہ اس کا رروائی کی ۵۶

اسلامی ملکوں نے مکمل حمایت کا اظہار کیا اور اپنی کم زوری کو چھپانے اور مسلم امت کے سامنے اپنی جھینپ مٹانے کے لیے اپنی قرارداد کے دفعہ نمبر ۱۱ میں صرف یہ کہا کہ ”امریکہ اگر دہشت گردی کے خاتمہ کے بہانے کسی اور عربی یا اسلامی ملک کو نشانہ بنائے گا تو یہ ہمیں منظور نہ ہوگا اور یہ کہ کانفرنس کو دہشت گردی کے مقابلے کے نتیجے میں، افغانستان میں بے گناہوں کے کشت و خون پر تشویش ہے۔ کانفرنس افغانستان کی ایکٹا اور اکھنڈتا، نیز اس کی اسلامی شناخت کی بقا کی ضرورت پر زور دیتا ہے۔“

قارئین کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ مذکورہ بالا الفاظ انتہائی بے جان ہیں اور ڈھیر سارے اسلامی ممالک کے چوٹی کے قائدین کے معیار سے انتہائی کم تر ہیں، حالاں کہ اگر یہ ممالک بہ یک زبان کوئی بات کہتے اور موجودہ صورت حال کے مطابق جرأت مندانہ عالی قدر متحدہ موقف اختیار کرتے تو یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ امریکہ، طاقت و ترقی کی اپنی ساری خرمستیوں کے باوجود، ساری اسلامی دنیا کو بہ یک وقت چیلنج کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔

ہمیں یقین تھا اور ساری اسلامی دنیا اس کی منتظر تھی کہ موجودہ شدید تر اور نازک تر حالات، اسلامی صفوں کے اتحاد و اشتراک پر منتج ہوں گے اور قوم مسلم کے یہ قائدین عاجلانہ اور مادی مفادات سے کسی درجہ اوپر اٹھ کر، اُس امت مسلمہ کے وقار کو مد نظر رکھ کر، کوئی فیصلہ لیں گے، جو پیروی کے لیے نہیں؛ بل کہ پیشوائی کے لیے معرض وجود میں لائی گئی تھی اور ظلم و ذلت کو سہنے کے لیے نہیں؛ بل کہ خود دار اور جہاں گیر وہاں دار بنائی گئی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ ان نازک حالات سے پہلے ہم تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ ساری اسلامی دنیا کے قائدین امریکہ سے اس درجہ خوف زدہ ہیں! یا یہ کہ وہ ہم عوام سے بھی زیادہ کم عقل اور کند ذہن ہیں کہ اسلام اور مسلمانوں پر کاری ضرب لگانے والی صہیونی صلیبی سازش سے قطعاً نابلد ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ امریکہ اور مغربی طاقتوں کا اصل ہدف مشرقی اسلامی کی تباہی، اسلامی قوموں کی تسخیر اور ان کی دولتوں اور وسائل کی لوٹ کھسوٹ ہے۔ یا یہ کہ یہ سارے قائدین روئے زمین کے سارے انسانوں سے زیادہ سمجھ دار ہیں کہ انھیں کائنات کی بہت سی مخفی باتوں کا اتنا دراک ہے جتنا کسی جن کو بھی نہیں؟۔

اسلامی ملک افغانستان پر امریکہ کے جارحانہ حملے سے (جو درحقیقت ساری امت مسلمہ کے خلاف جارحیت ہے، چاہے امریکہ لاکھوں مرتبہ گلا چھاڑ چھاڑ کر یہ کہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں سے نہیں؛ بل کہ دہشت گردی سے برسرِ پیکار ہے) یہ حقیقت الم نشرح ہو گئی ہے کہ مسلم قائدین و سیاست دانوں کی دنیا جہورِ مسلمین کی دنیا سے یکسر مختلف ہے۔ مسلم عوام پوری دنیا میں، امریکہ کی طرف سے دہشت گردی کے خلاف جنگ کے بہانے، ایک ایسے خود دار مسلم ملک کے خلاف دنیا کی اب تک کی سب سے بڑی دہشت گردی کے خلاف، سراپا احتجاج رہے ہیں اور ہیں، جو شیریںچوں کو جنم دیتا رہا ہے، جس کی کمر لگا کر ©rasailojaraid.com نے تاریخِ عالم کے

سارے حملہ آوروں کے چھکے چھڑا دیے ہیں، جن کے خمیر میں اسلامی غیرت، دینی حمیت، ایمانی حرارت اور غیر محدود جذبہ آزادی شامل رہا ہے۔

مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک ساری دنیا کے مسلمان، دنیا کے نقشے پر غریب ترین ملک پر، دنیا کے سب سے زیادہ طاقت ور ملک کی طرف سے جارحیت کے خلاف، احتجاج اور مظاہرے کی ایسی مثال قائم کر رہے ہیں جس کی نظر سے دنیا کی تاریخ خال خال ہی آشکارہی ہے۔ ہاں افغانستان کے خلاف جارحیت کے خلاف، جس کے باشندوں کے دل کی دنیا یقیناً محکم سے ممتاز طور پر آباد رہی ہے۔ اسی لیے علامہ اقبال نے کہا تھا:

افغانیوں کی غیرت دیں گا ہے یہ علاج
ملا کو اس کے کوہ و دمن سے نکال دو

خداے پاک ہی زیادہ جانتا ہے کہ افغانستان پر چڑھ آنے والا امریکہ اور اس کے حوالی موالی افغانستان سے ”ملا“ کو بدر کر کے افغانیوں کی غیرت دین کا علاج کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں یا خداے قادر علی الاطلاق کی توفیق سے ”ملا“ ہی افغانستان اور اس کے ارد گرد سے بھیڑیوں اور کتوں کو رگید دینے میں کامیاب رہتے ہیں۔

وَيُخْشِرُونَ وَيَخْشَرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَبِيرٌ الْعَاكِفِينَ (الأنفال/۳۰)

(اور وہ بھی داؤ کرتے تھے اور اللہ بھی داؤ کرتا تھا اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے)

دہشت گردی کیا ہے؟

چونکہ امریکہ نے افغانستان پر ”دہشت گردی“ کو ختم کرنے کے عنوان سے جنگ تھوپ لی ہے؛ اس لیے ساری دنیا پوچھ رہی ہے کہ ”دہشت گردی“ ہے کیا؟ یہ اس لیے کہ اگر اس کی شناخت کا علم ہو جائے تو علی بصیرۃ اس سے لڑا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ اسلام جو رب العالمین کی طرف سے اپنے بندوں کے لیے آخری پسندیدہ دین ہے، کسی طرح کی ظلم و جارحیت کا ہرگز قائل نہیں؛ لہذا وہ دہشت گردی کی بھی کسی طرح تائید نہیں کرتا، جس میں بے گناہوں کے جان و مال کو نشانہ بنایا جاتا ہے؛ لیکن سوال یہ ہے کہ ”دہشت گردی“ کی کیا تعریف ہے؟ اس کے کیا حدود ہیں؟ دنیا کے سارے ہوش مند قائدین و مفکرین اور متفقین ”دہشت گردی“ کے موضوع، اس کے معنی کی تعیین اور اس کی صحیح تعریف وضع کرنے، نیز اس کا مقابلہ کرنے کے لیے واضح اور قابل عمل پالیسی بنانے کے لیے، عالمی کانفرنس منعقد کرنے کی مانگ کرتے رہے ہیں۔

۱۰ اکتوبر ۲۰۰۱ء (۲۳/رجب ۱۴۲۲ھ) کی دوحہ کی اسلامی وزروائے خارجہ کی کانفرنس نے بھی اپنی قرار داد کی دفعہ ۱۵ میں کہا ہے کہ ”یہ کانفرنس اقوام متحدہ کے ماتحت ”دہشت گردی“ کی تعریف اور اس سے مقابلے کے لیے عالمی پیمانے پر عملی منصوبہ طے کرنے کی ضرورت محسوس کرتی ہے، عالمی قانون کے دائرے میں،

اقوام متحدہ کے ارکان ملکوں کی خود مختاری اور اقتدار اعلیٰ کا خیال رکھا جائے۔“

یہ اس لیے ضروری ہے کہ ”دہشت گردی“ کی اصطلاح کشادہ اور وسیع المفہوم ہے، اس کی بہت سی تاویلیں اور متعدد تعبیریں کی جاسکتی ہیں۔ ثقافتوں و نسلوں، مصالح و اغراض، قوموں اور مذاہب اور عقلوں اور فکروں کے اختلاف سے ”دہشت گردی“ کے بہت سے معنی متعین کیے جاسکتے ہیں؛ کیوں کہ اب تک اس کی کوئی جامع اور متفق علیہ تعریف نہیں کی جاسکی ہے، جو دنیا کی ساری قوموں اور ملتوں کے لیے قابل قبول ہو؛ اسی لیے بہت سے ممالک، برادریاں اور افراد، اس اصطلاح سے کھیلے رہے ہیں۔

نہتے فلسطینی مسلمانوں کے تعلق سے صیہونی اسٹیٹ جو دہشت گردی کرتی رہی ہے اور کیے جا رہی ہے، امریکہ اور مغربی دنیا خصوصاً دنیا کے صیہونی اس کو ”دہشت گردی“ بل کہ اپنے حق کا دفاع کر رہے اور ظلم و جبر کی نئی نئی قسموں کا سامنا کر رہے فلسطینیوں کو ”دہشت گرد“ قرار دے کر، مظلوم کو ظالم اور ظالم کو مظلوم بتاتے رہے ہیں۔

چینچینا میں پوری بے حیائی کے ساتھ روسیوں کا یہ کہنا رہا ہے کہ وہ معصوم و مظلوم ہیں، چینچینا کے ”دہشت گردوں“ نے ان کی نیند حرام کر رکھی ہے۔ گویا واقعہ جو مظلوم ہیں اور جنہیں طوق غلامی سے چھٹکارا حاصل کرنے کی سزا میں آتش و آہن کے ذریعے پکلا جا رہا ہے، یعنی چینچینائی مسلمان، انھیں ”دہشت گرد“ کہا جا رہا ہے اور روس جنگ افغانستان میں جو بڑھ بڑھ کر امریکہ کا ساتھ دے رہا ہے، تو اس کے پیش نظر یہی ہے کہ امریکہ والے طالبان سے نمٹنے کے بعد، چینچینائی ”دہشت گردوں“ کو سبق سکھانے کے لیے، اس کا ساتھ دیں۔

اسی طرح دنیا میں متعدد جگہ ”دہشت گردی“ کی اصطلاح سے کھلواڑ کیا جا رہا ہے اور اکثر جگہ افراد اور جماعتوں سے زیادہ اسٹیٹ نے حقیقی معنی میں ”دہشت گردی“ مچا رکھی ہے۔ کئی ملکوں میں بعض مذاہب کے ماننے والوں (خصوصاً اگر وہ اقلیت میں ہیں) کی تمام حرکات و سکنات کو ”دہشت گردی“ قرار دیا جا رہا ہے، حتیٰ کہ ان کا وجود ہی ”دہشت گردی“ کا مترادف بنا دیا گیا ہے؛ لیکن ملک کی اکثریت چاہے جس قسم کا بھی تشدد کرے اور تمام حدود کو پار کر جائے انھیں کوئی ”دہشت گرد“ نہیں کہتا۔ چنانچہ ہمارے ملک میں اتہاپا پسند اور تشدد پیشہ ہندو، خود اس حکومت کے رویے کے مطابق جس کی قیادت بدنام زمانہ سنگھ پر یوار کر رہا ہے، بیدانشی طور پر بے گناہ ہیں۔ وہ تشدد اور دہشت گردی کے سارے ریکارڈ تو زودیں، تاریخی مسجد و ہا دیں، بہت سی مسجدوں اور گر گہروں کو منہدم کر دیں یا نقصان پہنچا دیں، پیہم فرقہ وارانہ فساد برپا کریں اور مسلمانوں کے خون سے ہولی پھیلیں اور ان کی املاک کو تباہ کریں، تقریر و تحریر میں شعلہ انگلیں اور آگ بر سائیں، مسلمانوں کے خلاف ملک میں ہمہ وقت نفرت کا بیج بونیں، اسلحے کے استعمال کی ٹریننگ کا کیمپ چلائیں، ترشول بانٹیں، بار بار اعلان کریں کہ لاکھوں ہندوؤں کو اندرون ملک دشمنوں سے لڑنے کے لیے، فلاں پریشد اور فلاں دل فوج تیار کر رہا ہے؛ لیکن کئی کئی دفعہ ”دہشت گردی“ کے لقب سے یاد کیا

جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر مسلمان قانون کے دائرے میں رہ کر بھی، دین پر عمل کریں اور اپنا حق مانگیں یا حق استعمال کریں، تو انھیں گرفتار کر لیا جاتا ہے اور ”دہشت گردی“ کے جرم میں کبھی ”ناؤا“ اور کبھی ”پوٹو“ کے آرڈی نس کی تلوار کے ذریعے تہ تیغ کیا جاتا ہے؛ حتیٰ کہ ان کے دینی تعلیمی اداروں کو بلا کی ثبوت کے دہشت گردی کا اذہ قرار دیا جاتا ہے اور ہمیشہ کیلئے ان پر شبہ کنے کی خاطر سنجیدہ اور ٹھوس کوششیں، خود حکومت کی طرف سے عمل میں لائی جاتی ہیں۔ (۱۸)

بہر صورت ”دہشت گردی“ کے معنی و مفہوم کی معقول اور سمجھوں کے لیے قابل قبول تعین اور حد بندی کے حوالے سے خاصی پیچیدگی اور دشواری پائی جاتی ہے، جس کی وجہ سے عالمی برادری کو، اس کی تعریف اور دائرہ بندی میں یہ حیرانی ہے کہ وہ کس سوس اور بنیاد کا سہارا لے؟ سیاست داں قائدین و حکام کا، یا مذہبی لوگوں، یا محققین اور پڑھے لکھے لوگوں کا؟ وہ تعریفی عمل میں کس نقطہ سے سفر کا آغاز کرے، کسی ایک قوم یا چند اقوام کی مذہبی کتابوں سے، اقوام متحدہ کے چارٹروں سے، عالمی قانون سے، یا سب سے زیادہ طاقت ور کی منطق سے، جس کو یہ حق ہو کہ وہ اپنے طرز عمل سے ہی ”دہشت گردی“ کا معنی متعین کرے؟!۔

امریکہ کی سوچ کے مطابق دہشت گردی کا معنی

دینا والے ”دہشت گردی“ کے متعلق جو بھی سوچیں اور کہیں، امریکہ نے بہ ذات خود سب سے طاقت ور کی منطق کے رویے کے ذریعے، دہشت گردی کا معنی متعین کر لیا ہے۔ امریکہ کے نزدیک دہشت گردی ہر اس قول و فعل سے عبارت ہے، جس سے امریکی مفادات کو ضرب لگتی ہے۔ امریکہ کو دہشت گردی کے اس معنی و مفہوم پر عرصے سے اصرار ہے اور وہ اسی تفسیر کی روشنی میں اس سے نمٹتا رہا ہے اور اس وقت اور آئندہ وہ اسی تعبیر و تشریح پر کاربند رہے گا۔ ظاہر ہے کہ اس تشریح کی روشنی میں اس کو عالمی قانون اور اقوام و مل کے ضابطوں کی طرف دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں، اس کے مفادات کا پیمانہ کسی بھی کارروائی کو دہشت گردانہ بتانے یا نہ بتانے کے لیے کافی ہے۔ چنانچہ حق، تمام تر باطل ہے؛ اگر اس کے مفادات سے ٹکراتا ہو اور باطل، ہر طرح حق ہے؛ اگر اس کے مفادات کا حامی ہو۔

اس سلسلے میں بے شمار مثالیں موجود ہیں؛ لیکن طوالت کے خوف سے صرف چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے: ۱۹۹۸ء کے موسم گرما میں پاکستان نے نیوکلئائی تجرباتی دھماکہ کیا، تو امریکہ نے اس پر بھاری پابندیاں عائد کر دیں اور بھری بزم میں اس کو ہمیشہ لتاؤتا اور طرح طرح کے برے لقب سے یاد کرتا رہا؛ لیکن ۱۱ ستمبر کے واقعات کو بہانہ بنا کر جب امریکہ نے افغانستان کو تباہ و برباد کرنے کے لیے پاکستان کے فوجی حکم راں جنرل پرویز مشرف سے اپنے تمام مطالبات بے زور بازو منظور کروا لیے، تو اس نے فوراً ہی اگلی پچھلی تمام پابندیاں ہٹا لیں۔ سب سے زیادہ طاقت ور کے رویے کے ذریعے دہشت گردی کی تشریح اور اس پر عمل کی بات، اس حقیقت سے اور عیاں ہو جاتی ہے کہ مشرف نے اپنے عوام کو نیلی دیش © rasailojaraid.com نے کرتے تو پاکستان دہشت گرد ملک

قرار دے دیا جاتا اور امریکہ افغانستان کے ساتھ ساتھ یا اس سے پہلے پاکستان ہی کو نشانہ بناتا۔
فلسطینی کا ز کے حوالے سے امریکہ کا دیرینہ اور حالیہ رویہ، طاقت ور ترین کے طرز عمل کے ذریعے دہشت گردی کی تشریح و تفصیل کی سب سے زیادہ نمایاں مثال ہے۔ عالمی قانون کی رو سے فلسطینیوں کی زمین ”مقبوضہ“ ہے، جس فرد یا گروہ کی زمین ظلماً قبضہ کر لی جائے، عالمی قانون و ضابطے اور تاریخ کی منطق کی رو سے، اس کے لیے اس کا دفاع اور مزاحمت جائز ہے؛ لیکن فلسطینی اگر قبضے کی مزاحمت کرتے ہیں اور ظلم و دہشت گردی کا مقابلہ کرتے ہیں، تو امریکہ انھیں دہشت گرد کہتا ہے۔ اس کے برخلاف صیہونی ہر سطح پر بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور امریکہ کی مسلسل اور بے پناہ مالی، جنگی، عسکری مدد اور ظالمانہ اور غیر منصفانہ ویٹو کے ذریعے اپنے قبضہ کو پائندگی دیتے ہیں، تو ان کی یہ حرکت دہشت گردی شمار نہیں ہوتی!

ایک دل چسپ اور حیرت ناک ڈرامے کے بعد امریکہ نے ۱۹۹۱ء میں خلیج عربی کے علاقے میں اپنی زبردست عسکری طاقت اور جنگی ساز و سامان اتار دیا تھا کہ وہ کویت کو عراق سے آزاد کرانے جا رہا ہے۔ کویت آزاد ہو گیا، عراق نے ہر سطح پر ہار مان لی؛ لیکن عالمی اتحاد اور بین الاقوامی مرضی کی مخالفت کرتے ہوئے، امریکہ تنہا ابھی تک عراق پر ضرب لگا رہا، عراقیوں کو بھوکوں مارتا رہا اور عراقی عوام طرح طرح کے امراض کا شکار ہو کر، ہزاروں کی تعداد میں لقمہ اجل بنتے رہے اور لاکھوں عراقی بچے بلا علاج اور غذا، گنجھوں کی طرح بن کھلے مرجھا گئے۔

امریکہ نے دنیا کے متعدد ملکوں کو غیر جمہوری ہونے کا الزام دیا، وہاں کے پارلیمنٹری انتخابات کو مشکوک اور غیر منصفانہ بتایا؛ جب کہ بہت سے استبدادی اور ڈکٹیٹر ملکوں کو سینے سے لگایا۔ ابھی کل کی بات ہے کہ اس نے نمائندگان عوام پر مشتمل، روسی پارلی منٹ پر ٹینکوں سے یورش کو شاباش کہا؛ کیوں کہ عوام کے مذکورہ نمائندے اسکی مرضی کے نہ تھے۔ امریکہ نے کیوٹو معاہدہ برائے ماحول پر دست خط سے، صرف اس لیے گریز کیا کہ وہ کسی عالمی معاہدے کی پابندی کرنا نہیں چاہتا تھا، حالانکہ ۲۵٪ عالمی آلودگی کا تنہا امریکہ ذمے دار ہے۔ اس نے ترقی پذیر ملکوں کے خلاف زبردست مہم چلائی، حالانکہ سارے ترقی پذیر ممالک صرف ۲۰٪ آلودگی کے مجرم ٹھہرتے ہیں، جب کہ مال دار اور ترقی یافتہ ممالک مجموعی طور پر ۸۰٪ آلودگی کے ملزم ہیں۔

ابھی گذشتہ صفحات میں بتایا گیا کہ جنوبی افریقہ کے شہر ڈربن میں منعقدہ انڈانسل پرستی کانفرنس سے امریکہ نے عالمی رائے عامہ کی مخالفت کرتے ہوئے واک آؤٹ کرنے کی دھمکی دی تھی، صرف اس لیے کہ عالمی برادری نے اسرائیل کے ”نسل پرست“ ہونے کی عبارت، قرارداد میں شامل کرانی چاہی تھی ”دہشت گرد“ ہونے کی بات نہیں کہی گئی تھی؛ لیکن امریکہ کو اپنی طاقت کے نشے میں یہ بات کیسے گوارا ہو سکتی تھی کہ دنیا کے لوگ اس کے لے پالک اسرائیل کے سلسلے میں کوئی ”ناموزوں“ قرار دیا جائے؟

سب سے زیادہ طاقت ور کے طرز عمل کے ذریعے دہشت گردی کی تشریح کی واضح اور تازہ ترین مثال یہ ہے کہ ساری دنیا نے افغانستان اور طالبان یا اسامہ بن لادن کے اترتبر کے واقعات میں دور یا نزدیک سے ملوث ہونے کی واضح اور ٹھوس شہادت طلب کی؛ لیکن اس نے دنیا والوں کو ”ٹھوس“ تو کیا کسی طرح کے شواہد نہیں دکھلائے صرف اپنے چند حلیفوں کے سامنے گڑھی ہوئی انگڑی لولی کچھ دلیلیں پیش کر کے، افغانستان پر تازی توڑ حملے شروع کر دیے اور دنیا والے دیکھتے رہ گئے۔

دہشت گردی کی تعبیر و تشریح اور اس کے مقابلے کیلئے مشترکہ لائحہ عمل وضع کرنے سے امریکہ کا گریز

دنیا والوں کو یہ پوچھنے کا حق ہے کہ امریکہ نے ساری دنیا کا یہ مطالبہ کیوں مسترد کر دیا کہ دہشت گردی کی تعبیر و تشریح اور اس کے مقابلے کے لیے مشترکہ لائحہ عمل وضع کرنے کی غرض سے، کوئی عالمی کانفرنس منعقد ہو؟ امریکہ کا اسامہ کے مجرم ہونے کے سلسلے میں عرصے سے اصرار رہا ہے اور اس واقعے میں تو اس نے اس کے ہاتھ ہونے کا یقین ہی کر رکھا ہے؛ لیکن ہم لوگ چیخ کر رہے ہیں کہ امریکہ کے پاس اس سلسلے کا کوئی قطعی ثبوت نہیں ہے۔ بہ فرض محال اگر ہے تو کیا فرد واحد کے لیے، بل کہ ایک گروہ کیلئے پورے ایک ملک کو اتنی بڑی تباہی سے دوچار کرنا کس دنیا کا قانون ہے؟ افغانستان کی تباہی سے اگر امریکہ کا مقصد اس کے بقول پاکیزہ اور عادلانہ ہے اور اس کے کہنے کے مطابق اس مقصد کے حصول میں دسیوں سال کا عرصہ لگ سکتا ہے، جس کے لیے ہر قسم کے اسلحے کے ذریعے، ہر میدان میں، ہر سطح پر سرگرم عمل ہونا پڑے گا، تو اس نے اس سلسلے میں واضح اور مشترکہ پالیسی وضع کرنے کے لیے عالمی موتمر کے انعقاد سے دامن کیوں کھینچ لیا۔

حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کا مقصد دہشت گردی کا مقابلہ نہیں کہ امریکہ خود سب سے بڑا دہشت گرد اور ساری دنیا کی دہشت گردی کی کمان کرنے والا ملک ہے؛ بل کہ اس کا مقصد قوموں خصوصاً اسلامی اقوام سے لڑنا اور موقع سے فائدے اٹھا کر ایک تاریخ کو ختم کر کے امریکہ کی قیادت میں دوسری تاریخ رقم کرنا ہے۔

مسئلہ اسامہ بن لادن اور طالبان کا نہیں

مسئلہ اسامہ بن لادن اور طالبان کا نہیں؛ بل کہ اسلام اور عربیت کو نشانہ بنانے کا ہے۔ ہمارے قائدین اور سیاست دانوں نے تنازل، پس گردی اور مرعوبیت کی جو پالیسی اپنائی شروع کر دی ہے، یہ کہاں تک جائے گی، کچھ نہیں کہا جاسکتا؛ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہود و نصاریٰ اگر خود اسلام کو الزام دینے لگیں، تو کیا یہ لوگ اسلام سے بھی تنازل اختیار کرنے اور اس سے اپنی براءت کا اظہار کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے؟ ”وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ“ (البقرہ/۱۲۰) ہمارے ”اعتدال پسند“ قائدین خواہ کسی چیز کو بھی

لیکن ہمارے اس تعجب کو کوئی چیز زائل نہیں کر سکتی کہ کس طرح امریکہ تو اپنے عوام کی آرزوؤں کو پورا کرنے کے لیے رضامند ہو گیا کہ اس نے افغانستان کو تباہ و برباد کر دینے کی ٹھان لی اور نامعلوم مجرم کو ٹھکانے لگانے کا ارادہ کر لیا؛ لیکن ہمارے قائدین جن کے دست و بازو مضبوط، قد و قامت دراز، باتیں لمبی اور اپنے مسلم عوام کو ستانے اور تارکدہ گناہ کی سزا دینے میں جن کے ہاتھ کھیں لمبے ہیں، اپنے عوام کی بات کسی طرح بھی ماننے کو تیار نہ ہو سکے کہ اٹم وعدوان کے سلسلے میں امریکہ کے ساتھ تعاون نہ کیا جائے۔..... اب یہ زمانہ ہی بتائے گا کہ امریکہ کے خلاف پوری دنیا کے تمام مسلمانوں کا متحدہ موقف درست تھا، جو حق و انصاف، تاریخ کی منطق اور اسلامی غیرت و حمیت کے عین مطابق تھا، یا قائدین و حکام امریکہ کے ساتھ مکمل وفاداری کا یہ موقف زیادہ صحیح تھا کہ مبہم، ناواضح اور ساری دنیا کے لیے نا آشنائے مطلب ”دہشت گردی“ کے مقابلے کے عنوان سے اسلامی مفادات کو ضرب ضرور لگایا جائے۔ تاکہ آئندہ کوئی صحیح اسلامی حکم رانی کی بات سوچنے کی ہمت نہ کر سکے!!

(بشکریہ ماہنامہ ”دارالعلوم“ دارالعلوم دیوبند انڈیا)

حواشی

- ۱۔ رسالہ الاخوان، شمارہ ۲۲۹۔ (۲) الجمع، شمارہ ۱۳۶۹۔ (۳) ضمیمہ ”عکاظ“ شمارہ ۱۳۸۲۔
 - ۲۔ الجمع، شمارہ ۱۳۷۱۔ (۵) الریاض، شمارہ ۱۳۱۳۸۔ (۶) العالم الاسلامی، شمارہ ۱۷۱۶۔
 - ۷۔ رسالہ الاخوان، شمارہ ۲۵۲۔ ۸۔ رسالہ الاخوان، شمارہ ۲۵۲/۲۵۰۔
 - ۹۔ راشدی یہ سہارا شمارہ ۸۳۳ ص ۳۔ ”یہ اسلامی نہیں سیاست دہشت گردی ہے“ بقلم مولانا اسرار الحق قاسمی
 - ۱۰۔ عکاظ، شمارہ ۱۳۸۱۸۔ ۱۱۔ ۱۲۔ رسالہ الاخوان، شمارہ ۲۵۳۔
 - ۱۳۔ ادارہ اخبار گارچین ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۱ء ماخوذ از ادارہ البلاغ، کراچی، بقلم شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی)
 - ۱۴۔ البلاغ، محولہ بالا مضمون
 - (۱۵) صہیونی مملکت کے سلسلے میں امریکہ اپنی جانب دارانہ پالیسی میں کس درجے بے لچک واقع ہوا ہے، اس کا ہلکا سا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ ۱۱ ستمبر کے واقعات کے بعد، جب کہ ساری دنیا بلا استثنا امریکہ کو مشرق وسطیٰ کا قذافیہ حل کرنے اور اسرائیل کو اس کے حدود میں رکھنے کی کارروائی کرنے پر زور دے رہی ہے اور امریکہ کو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اس وقت دنیا والوں کے ساتھ ساتھ سب سے زیادہ عربوں اور مسلمانوں کی حمایت درکار ہے؛ امریکہ اسرائیل کے حوالے سے اب تک ایک لفظ بھی سننے کو تیار نہیں ہے۔
- سعودی عرب کے شاہ زادے ولید بن طلال نے (جو دنیا کے ۶ بڑے مال داروں میں شمار کیے جاتے ہیں) جمعرات ۱۱ اکتوبر ۲۰۰۱ء (۲۳ رجب ۱۴۲۲ھ) کو نیویارک کے اپنے دورے کے دوران، نیویارک کے میئر ”روڈلف جولیانی“ کو واقعے کے متاثرین کے لیے بہ طور چندہ دس ملین ڈالر کا چیک، ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی عمارت کی جائے وقوع کے پاس، ان سے ملاقات کے وقت پیش کیا تو اُس نے اُس وقت بہ شکر و سپاس چیک قبول کر لیا؛ لیکن اس کے بعد شاہ زادہ موصوف نے ایک پریس کانفرنس میں جب صرف یہ کہا کہ ”امریکی حکومت کو فلسطین کے تین اہنی خارجہ پالیسی میں توازن رکھ کر اسرائیل کو تسلیم کرنا چاہیے۔“ تو صلیبی ہند بے کے حامل میئر کو شاہ زادے کے یہ الفاظ گوارہ نہ ہو سکے اور اس نے شاہ زادے، سعودی عرب اور تمام مسلمانوں کی تحقیر کے ساتھ یہ کہتے ہوئے چیک

واپس کر دیا کہ ”شاہزادہ طلال کا بیان غیر ذمے دارانہ ہے۔“!! (عکاظ، شمارہ ۱۳۸۱)

امریکہ نے اسرائیل کے حق میں اور فلسطین کے خلاف بین الاقوامی مجلسوں میں سیکڑوں مرتبہ جو بیوکا استعمال کیا اور لاقعد اور مرتبہ اسرائیل کو ہر طرح کی جنگی، عسکری، مالی اور معنوی امداد دی، وہ اپنی جگہ ہے؛ لیکن حال ہی میں جنوبی افریقہ میں منعقدہ نسل پرستی کے خلاف کانفرنس میں، اس نے اور اس کے مغربی حلیفوں نے، جو یہ اپنایا وہ اس کے لیے انتہائی رسوا کن تھا۔ عربی اور اسلامی دنیا کانفرنس کے اختتامیہ بیان کے متن میں صرف یہ جملہ درج کرنا چاہتی تھی کہ ”اسرائیل بھی فلسطین میں نسل پرستانہ کارروائیوں کا مرتکب ہے۔“ (یاد رہے کہ ”دہشت گردانہ“ کارروائیوں کا مرتکب ہے نہیں کہتا تھا) تو امریکہ اور مغربی برادری کھڑی ہو گئی کہ اگر یہ جملہ درج کیا جاتا ہے، تو ہم کانفرنس سے واک آؤٹ کر رہے ہیں۔ افریقی ملکوں نے بھی عربوں کی تائید کی، تو مغرب والوں نے انھیں دھمکی دی کہ اگر تم نے عربوں کے سر سے سر ملایا، تو ہم تمہارے خلاف اقتصادی پابندی عائد کر دیں گے اور تمام امداد روک لیں گے۔

ساری دنیا کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اسرائیل کی ساری شرارتوں کا سرچشمہ محض امریکہ ہے اور اس کے مغربی حلیف؛ لیکن امریکہ کو کون لگام دے؟

امریکہ کی اسرائیل کو کھلی ہوئی اور بے تحاشا حمایت کا اندازہ ایک اور واقعے سے ہو سکتا ہے کہ ہر چند کہ ۱۱ ستمبر کے مجرمین کا امریکہ کو نہ تو پتہ چلا ہے اور نہ تقریبی وقت میں پتہ چلنے کی امید ہے؛ لیکن رائے عامہ کا ایک جائزہ، جو امریکہ کے ”نیوز ویک“ رسالے کے ذریعے لیا گیا تھا، انتہائی معنی خیز ہے، جس سے اندازہ ہوا کہ ۵۸٪ امریکیوں کی رائے ہے کہ ۱۱ ستمبر کے واقعات کی اصل وجہ امریکہ کی اسرائیل کو بے تحاشا امداد اور کھل کر حمایت ہے۔ یہ جائزہ ۴-۵ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو لیا گیا اور ۲۰۰۲ء فروری سے اس سلسلے میں سوالات کیے گئے۔

(۱۶) تفصیل کے لیے دیکھیے رسالۃ الاخوان: شمارہ ۲۵۱۔ (۱۷) معاصر ”البدیان“ لندن، شمارہ ۱۶۵۔

(۱۸) ہمارے ملک ہندوستان نے ۱۸ ستمبر ۲۰۰۱ء کو (چهارشنبہ یکم رجب ۱۴۲۲ھ کو) دہشت گردی کے خلاف یوم اتحاد کے طور پر منایا، تو یہ ظاہر اس نے اچھا کام کیا، افراد اور جماعتوں نے عموماً حکومت کے اقدام کو سراہا؛ کیوں کہ ہم ہندوستانی دہشت گردی کا شکار ہونے والوں کے دکھ درد کو اچھی طرح سمجھتے ہیں، اس لیے کہ دو برسہ سامراج میں ہم نے اکثر یزیدوں کی دہشت گردی کا مزا چکھا تھا، اس کی کڑواہٹ اب تک پوری قوم کے ضمیر کی گہرائیوں میں محسوس ہو رہی ہے؛ لیکن افسوس ہے کہ ہماری سرکار کی نیت چوں کہ صاف نہیں ہے؛ اس لیے اس نے یوم اتحاد کے سلسلے میں ملک کے مختلف اخبارات میں جو اشتہارات شائع کیے ان میں دہشت گردی پر مبنی واقعات کو عیاں کرنے کے لیے صرف وہ تصویریں شائع کیں جن میں کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کو طرز قرار دیا گیا ہے:

پہلی تصویر مارچ ۱۹۹۳ء میں ممبئی میں ہوئے بم دھماکوں کی ہے۔ دوسری تصویر دسمبر ۱۹۹۹ء میں نیپال اور دہلی کے درمیان کی فلائٹ والے طیارے کے انغوا کے بعد، اس کے قندھار میں اترنے کی ہے۔ تیسری تصویر مارچ ۲۰۰۱ء میں اہت ناگ (کشمیر) میں سکھوں کے اجتماعی قتل سے متعلق ہے اور چوتھی تصویر ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے نیویارک کے ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے دھماکے کی ہے۔

ان تصویروں کے ذریعے ہندوستان کی سرکار نے یہ پیغام دینا چاہا ہے کہ ”دہشت گردی“ صرف اسلامی ہوتی ہے اور دیگر مذاہب کے ماننے والے دہشت گرد نہیں ہو سکتے؛ اسی لیے ہماری گورنمنٹ کو میرٹھ، ملیانہ، مرلا آباد، بھاگل پور، احمد آباد، جمشید پور، بیھونڈی، ممبئی، بھوپال اور بامری مسجد کے انہدام، اس کے بعد کے ملک گیر فسادات اور ان گنت مرتبہ مسلمانوں کے خون سے ہولیاں کھیلے جانے کی کوئی تصویر، اس کے کسی فائل میں نہ مل سکی۔ عیسائی شینیزی کے لوگوں کو زندہ جلادینے، گرجا گھروں کو خستہ کر دینے، رتھ تاراکے کے ذریعے پورے ملک کو بارود کے ڈھیر میں تبدیل کر دینے کی کوئی تصویر گورنمنٹ کے پاس اس لیے محفوظ نہیں ہے کہ اس میں یہاں کے اکثریتی خنرتے کے دہشت گردوں کی صحیح تصویریں ابھرتی ہیں۔ اگر ”دہشت گردی“ کے مفہوم سے کھلواڑ جاری ہے، تو کیا حکومت کے اس رویے کو بھی سرکاری دہشت گردی نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے کھلی ہوئی تشدد پسندی اور دہشت گردی سے بالقصد چشم پوشی کی اور دنیا والوں کو حقیقت کے برعکس پیغام دینے کی کوشش کی۔